عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماھنامہ غزالی

ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ/اکتوبر ۲۰۱۱ء

RegNo.P476

جلد:دھم

شمارہ:2

فہرست

عنوان	صاحبِ مضمون	صفحہ نمبر

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/200روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

www.darwaish.org

پیام رسانِ اُمت (قسط۔۸)

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی نوراللہ مرقدہٗ)

عیسائی مشنریوں کا خطرہ اوراسکا علاج:

یہاں ضمناً ایک دوسرے خطرے کی طرف بھی اشارہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں مسیحیت دینی حیثیت سے اپنی تمام قوت وکشش وحقانیت کھوچکی ہے۔لیکن مغربی استعمار واستیلا کے زیرسایہ آج عیسائی مشنری اسلامی ممالک میں تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کے ذریعہ سادہ لوح جاہل مسلمان عوام کو جس طرح بہکانے کی کوشش کررہی ہیں وہ ایک اندوہناک المیہ اورملت کی بے حسی کا ثبوت ہے۔مشنری مفلوک الحال اور مصیبت زدہ طبقات میں اپنی دعوت مالی امداداور دیگر دنیاوی لالچوں کے ذریعے پھیلاتے ہیں۔ہیچمدان نے اردن میں فلسطینی مہاجرین میں اور مشرقی بنگال کے سیلاب زدہ لوگوں میں ان کے انہیں طریقوں کو دیکھا ہے۔ہسپتالوں میں ان کی ظاہری خوش خلقی اور خدمت کے پیچھے یہی گھناؤنا مقصد کام کررہا ہوتا ہے۔ مشنری تعلیمی ادارے ہمارے معصوم بچوں کے ذہنوں کو جس طرح مسموم کرتے ہیں اور امت کے اندر ''ایک غیر ملکی ذہن'' والا طبقہ پیدا کرتے ہیں کوئی پوشیدہ بات نہیں ۔ ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ اگروہ اسلامی ممالک کی امداد کرنا چاہتے ہیں تو ہسپتال ،تعلیمی ادارے اور امداد کی دوسری صورتیں وہ ملک کی حکومت کے حوالہ کردیں اور یہ قومی تحویل میں کام کریں اور یہ امداد سرکاری ذرائع سے تقسیم ہو۔ پھر اگروہ اپنی دعوت وتبلیغ میں مصروف بھی رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

غیر ممالک میں دعوت کے تقاضے:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام انسانیت کے لئے قیامت تک کے لئے نبی اور رسول بن کر آئے۔آپ کی رسالت عام ہے اورآپ کا پیام دائمی اور اسوہ لافانی اور امت جاودانی ہے۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی عمومی رسالت کے پیش نظر ابتدا ہی سے صرف اہلیان مکہ کو اپنا مخاطب نہیں بنایا کہ وہ ایمان لے آئیں اوران کی اصلاح تام ہوجائے تو دیگر قبیلوں کو دعوت دی جائے۔ بلکہ معلوم ہے کہ آپ

مواسم حج میں میلوں میں بغیر قریش کے ایمان کا انتظار کئے ہوئے دوسرے قبائل کو بھی دین کی طرف بلاتے تھے۔تفصیلات سیرت وکتب حدیث وتاریخ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔

”قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بمکۃ یعرض نفسہ علیٰ قبائل العرب قبیلۃ قبیلۃ فی الموسم مایجد احداً الا نصار لما اسعد ھم اللّٰہ وسا ق لھم من الکرامۃ فاووا وانصروا فجزاھم اللّٰہ عن بینھم خیر ا “(کنزالعمال ج ۷ ص ۱۳۴ بحوالہ البزار وحسنہ)

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ موسمِ حج میں قبائل عرب میں سے ہر ہر قبیلہ پر اپنے آپ کو پیش کرتے تھے لیکن کوئی آپ کی بات کو قبول نہیں کرتا تھا۔یہاں تک کہ انصار کا یہ قبیلہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔اس خوش بختی کے لئے جو اللہ نے انہیں دی اور کرامت وعزت جو انہیں عطا کی گئی۔پس انہوں نے ٹھکانا دیا(نبی پاک ﷺ کو)اور دین کی مدد کی۔پس اللہ تعالیٰ انہیں اپنے نبی ﷺ کی طرف سے جزائے خیر دے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بھی مسند احمد کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔” کان النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم یعرض نفسہ علی الناس بالموقف “(ج ۳ ص۱۷۶) صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں کچھ سکون ہوا تو نبی پاک ﷺ نے تمام عالم میں حق کی آواز پہنچانے کے لئے مختلف بادشاہوں کو دعوتی خطوط قاصدوں کے ہاتھ روانہ فرمائے۔مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے پیشتر کسریٰ،قیصر،نجاشی اور ہر ایک سرکش بادشاہ کو خط لکھے اور انہیں دین کی دعوت دی۔(البدایہ والنہایہ ج۴ ص۲۶۲) ان واقعات کے نقل کرنے سے مقصود ہے کہ حضور پاک ﷺ کے اس نمونہ سے یہ بات واضح ہوجائے کہ کسی ملک کی اصلاح تام کے بغیر بھی دوسرے ممالک کو دعوت دینا سنت ہے۔ممکن ہے کوئی خوش بخت قوم وملک انصار مدینہ کی طرح دین کو قبول کرلے اور اس غربت کے وقت میں دین کی حامل وداعی،خادم ونصرت کرنے والی بن کر پورے عالم میں ہدایت کا سبب بن جائے۔اس وقت مسلمانوں کے لئے پورے عالم میں دعوت کے مواقع کم وبیش ہر جگہ موجود ہیں ضرورت ہمت وعزم،تنظیم ونظم،قربانی اور ایثار کی ہے۔اگر آج امت کا داعیانہ جذبہ زندہ ہوتا تو مسلمان پورے عالم کو ہدایت وایمان کی سلسبیل سے سیراب کرسکتے تھے۔مسلمانوں کا ایک مسلسل منطقہ انڈونیشیا و ملایا سے مشرقی پاکستان تک پھر مغربی پاکستان وافغانستان سے لے کر مراکش وبربر والجزائر تک پھیلا ہوا ہے۔متفرق قلیل وکثیر آبادیاں یا افراد

ہر ملک میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہر جگہ اپنے مقصد کو بھولے ہوئے۔ اپنے کام و پیام سے نا آشنا! ’’فیاخیبۃ المسعی و یاغربۃ الاسلام‘‘ یہاں تک کہ صرف برطانیہ میں کم وبیش ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان آباد ہیں، صرف پیرس میں پانچ ہزار مسلمان ہیں، اسی طرح یورپ کے دیگر ممالک خصوصًا بلقانی ریاستوں میں بھی مسلمان کسی نہ کسی تعداد میں موجود ہیں۔ امریکہ، ویسٹ انڈیز، فلپائن، کوریا وغیرہ میں مختلف آبادیاں ہیں۔ روس کا چار کروڑ مسلمان اپنی حقیقت کو گم کر چکا اور چین کے پانچ کروڑ مسلمانوں کی آواز سوائے وہاں کے سرکاری ذرائع کے سننے میں نہیں آتی۔ کاش! یہ لوگ اسلام کا نمونہ، دردو دعوتِ دینی کا جذبہ رکھنے والے ہوتے تو آج نہ معلوم کتنے لوگ اسلام کے آغوش میں آچکے ہوتے۔ ضرورت ہے کہ موجودہ نسلی مسلمانوں کے اندر اقامت دین، اسلام پر عمل، اخلاق محمدیہ کے اتباع، تعلق مع اللہ اور دعوت و تبلیغ کا جذبہ پیدا کیا جائے تاکہ وہ اسلام کا نمونہ بن کر عالم کو الٰہی ہدایات، نبوی تعلیمات سے بہرہ مند کر سکیں اور اقوام عالم اسلام کے دامن میں دائمی امن وچین کی دولت پا سکیں۔

اس وقت مذاہب کے لحاظ سے ہمارا مقابلہ عیسائیت سے ہے۔ بدھ مت، ہندو دھرم اور شنتوازم اپنی دعوتی حیثیت کھو چکے ہیں۔ صرف عیسائی مذہب اپنے پیغمبر علیہ السلام کی صریح ہدایات کے علیٰ الرغم ایک منظّم عالمی تبلیغی مذہب ہے جو مغربی استعمار اور تمدن وتہذیب کے زیر سایہ اپنے بعید الفہم عقیدہ کو پسماندہ اقوام میں پھیلا رہا ہے۔ بدھ مت عصرِ حاضرہ کے ذہن کو اس لئے اپیل نہیں کرتا کہ وہاں نجات و دین ترک دنیا وتعطل میں ہے جو عملاً تاریخ کے مشغول ترین عہد میں اقوام کی اکثریت کے لئے ناممکن ہے۔ جاپان کے سرکاری مذہب شنتوازم کے قدم جاپان کی عالمگیر جنگ کی شکست کے بعد جاپان میں متزلزل ہو چکے۔ بہرحال ان مذاہب سے تبلیغ ودعوت کے دوران میں واسطہ پڑنا ناگزیر ہے۔ اس لئے غیر مسلم ممالک میں دعوت کا کام کرنے والے حضرات کو مختلف مذاہب کا تقابلی مطالعہ ادیان باطلہ کی تردید اور اسلام کی اشاعت کی نیت سے کرنا چاہیے۔

نسلی اعتبار سے آج افریقہ کا وہ حصہ جہاں اسلام کے قدم نہیں پہنچے، عیسائی مشنریوں کے نرغے میں ہے۔ حالانکہ اسلام کی سادگی اور فطرتی کشش کی بنا پر افریقہ اسلام کی دعوت کا مرکز بن سکتا ہے۔ اسی طرح امریکہ کے کالے باشندے جو سفید قوموں کے امتیازی سلوک کی بنا پر اسلام کے قریب آچکے ہیں، صحیح

اسلامی دعوت وتبلیغ کے بعد اسلام کے آغوش میں آسکتے ہیں لیکن امریکہ میں سیاہ فام طبقہ میں تبلیغ اس رخ سے ہو کہ کالے اور گورے کی منافرت ختم کر دی جائے کہ اسلام طبقاتی ولونی، نسلی وقومی امتیازات کا قائل نہیں۔ بلکہ اسلامی روح ان امتیازات سے تنفر کرتی ہے۔ جاپان، کوریا اور مشرق بعید کے باشندے گونا گوں اسباب کی بناء پر کسی معتدل اور دین ودنیا کے جامع مذہب کی تلاش میں ہیں۔ کاش! مسلمان ان کی اس تلاش وجستجو کا جواب دیتے۔ لاطینی امریکہ، آسٹریلیا وغیرہ کئی ممالک ہیں جہاں ابھی کان اس حق کی آواز سے تقریباً نا آشنا ہیں۔ ضرورت ہے کہ امت اپنی ذمہ داری کو پہچانے اور ملک درملک اقلیم دراقلیم ”یا یھا الناس قولو الا الہ الا اللّٰہ تفلحوا “ (کنزالعمال ج۶ ص ۳۰۲ بحوالہ ابن ابی شیبہ نیز ج ۶ ص ۳۰۳ بحوالہ ابن عساکر) ترجمہ: (اے لوگو! لا الہ الا اللہ (بطریق رسالت محمد ﷺ دل سے مانتے ہوئے) اقرار کرلو تا کہ پورے کامیاب ہو جاؤ) کی نبوی آواز اور قرآن کریم کا پیام

”یاایھاالناس قد جآء کم الرسول باالحق من ربکم فاٰمنوا خیر لکم “ (النسآء۔۱۷۰)

ترجمہ:۔ (اے لوگوں! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے اس کا خاص رسول (محمد ﷺ) حق کے ساتھ آیا ہے۔ پس ایمان لاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا)

”قد جآء کم من اللّٰہ نور و کتب مبین یھدی بہ اللّٰہ من اتبع رضوانہ سبل السلام و یخرجھم من الظلمٰت الی النور باذنہ ویھدیھم الیٰ صراط مستقیم “ (المائدہ۔۱۵،۱۶)

ترجمہ: تحقیق آئی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرنے والی، ہدایت کرتا ہے ساتھ اس کے اللہ اس شخص کو کہ پیروی کرتا ہے، رضامندی اس کی، راہیں سلامتی کی اور نکالتا ہے ان تاریکیوں سے روشنی کی طرف ساتھ اپنے حکم کے، اور ہدایت کرتا ہے ان کو طرف راہ سیدھی کے۔

پہنچاتے رہیں، اور اس کے لئے اپنے اندر نا قابل تسخیر عزم وولولہ، ہمت وجذبہ پیدا کرلیں جو انبیاء علیہم السلام کا اور داعیان حق کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے اور اپنی قوم پوری استعدادوں اور قویٰ کو کام میں لا کر یہ الٰہی امانت دنیا کے ایک ایک قریہ، ایک ایک بستی، ایک ایک گاؤں اور محلّہ تک پہنچائیں تا کہ اللہ کی حجت بندوں پر پوری ہو، خوش بخت دین کی دولت سے مالا مال ہوں اور دنیا انسانی خودساختہ ظالمانہ نظامہائے حیات کے چنگل سے نکل کر خدائی احکام کے عادلانہ طریقہ حیات کو اپنا کر سکھ اور چین کی زندگی گزار سکے اور خدائی رضا اور ہمیشہ کی جنت کے سزاوار قرار دی جائے۔

(جاری ہے)

بیان چترال ﴿بونی﴾ اجتماع ۲۰۰۶ء (دوسری قسط)

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

نفس کی دو کمزوریاں ہیں۔ایک مفاد ہے ایک مزہ ہے۔نفس مزے اور چسکے کے پیچھے چلتا ہے۔اور انسان کے اندر تین ادارے ہیں۔ان کے واسطے اور ذریعے سے یہ دو چیزیں اپنی کارکردگی کرتی ہیں۔ایک جذبۂ غضب رکھا گیا ہے،ایک رکھا گیا ہے جذبۂ شہوت اور ایک رکھا گیا ہے جذبۂ حرص۔یہ تین جذبے اس کے دو تقاضوں یعنی مفاد اور مزہ پورا ہونے کیلئے آلۂ کار ہیں۔انسان کے اندر حرص،شہوت اور غضب وہ تین چیزیں ہیں جو ان مفادات کو بنیاد بنا کر انسان کو استعمال کرا لیتی ہیں۔

جذبۂ غضب اس کے سارے مفاد مزے اور ان سب کی حفاظت اور حصول کے لئے اور جو اس کے مقابلے میں آرہا ہو اس کے ساتھ لڑنے بھڑنے کے لئے انسان کے اندر ہے۔انسان کو کوئی قوت یا کوئی قویٰ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بغیر مقصد کے نہیں دئے اور نہ یہ قویٰ اس لئے دئے ہیں کہ ان کو ضائع کرے بلکہ ان کے ساتھ اس کی اہم دنیوی اور اُخروی ضروریات متعلق ہیں۔اگر غضب اور غصہ نہ ہو تو انسان حق پر قائم ہی نہ رہ سکے،حق کے لئے کھڑا نہ ہو اور حق کو نافذ کرنے کے لئے آگے نہ بڑھے۔امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس کو غصہ نہیں آتا وہ تو گدھا ہے۔یعنی جس میں جذبۂ غضب نہ ہو اس کی تو نفسیات ہی درست نہیں۔ہاں جذبۂ غضب کا استعمال ہے کہ وہ اگر قابو میں نہیں ہے اور بے قابو ہو کر استعمال ہو رہا ہے تو اب یہ انسان کی کوتاہی بن گئی۔اسی طرح جذبۂ شہوت یعنی عورت سے ملنے کا جذبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر رکھا ہے۔اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو انسان شادی کرنے اور اولاد پیدا کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔جتنے شادی شدہ یہاں بیٹھے ہیں ان کی جو حجامت بنتی ہے گھر پر اور ان کی بیویاں جو ان کو درست کرتی ہیں وہ اگر آپ سنیں تو پتہ چلے کہ مزے تو تھوڑے ہیں اور مشکلات بہت ہیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ شادی کیا چیز ہے: لزومُ مھر سرورُ شھر ھموم دھر ثم انقض ظھر یعنی مہر کا لازم ہونا اور

ایک مہینے کے لئے سرور اور خوشی اور ساری عمر کے لئے غم اور تکلیفیں اور بالآخر کمر کا ٹوٹ جانا۔

لیکن اگر اللہ نے جذبۂ شہوانیہ انسان کے اندر نہ رکھا ہوتا تو شادی کے لئے کوئی تیار ہی نہ ہوتا۔ لہٰذا جو چیزیں اور جذبات اللہ نے انسان کے اندر رکھے ہیں وہ کام کے لئے رکھے ہیں۔ ان کے ساتھ مقاصد لگے ہوئے ہیں اور اہم چیزیں ان کے ساتھ متعلق ہیں۔ اس لئے ان کے استعمال کو دیکھا جائے گا کہ ان جذبات کو ضائع کرتا ہے یا ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ سب سے پہلی ذمہ داری جو انسان پر آتی ہے وہ جذبۂ شہوانیہ کی آتی ہے۔ زین للناس حب الشھوات من النساء.

تو یہ پہلی ذمہ داری بالغ ہوتے ہی جو انسان پر آتی ہے وہ ہے کشش شہوت کی اور کشش عورتوں کی۔ ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب نے لطیفہ سنایا کہ بھینسیں اور کٹیاں (نئی بھینس جس کی ابھی شادی نہ ہوئی ہو اسے کٹی کہتے ہیں) دوڑ رہی تھیں۔ کٹی آگے آگے دوڑ رہی تھی اور بڑی بھینسوں سے کہہ رہی تھی کہ آگے تو بڑے مزے ہیں کٹے آرہے ہیں آپ بھی جلدی آؤ۔ بھینسوں نے جواب دیا کہ تم ہی دوڑو، ہم نے تو یہ دوڑیں بہت لگالیں۔ یعنی اب اس قابل بھی نہیں ہیں کہ دوڑ کر ان کے پاس پہنچ جائیں۔ تو پہلی ذمہ داری انسان پر آتی ہے شہوت کی اور جو بچہ اور نوجوان اس سے کامیابی سے نکل گیا اور پار ہوگیا اس کے لئے آخرت کی کامیابیاں تو ہیں ہی دنیا کی کامیابیاں اور ترقیاں بھی ساری اس کے قدموں میں گرتی ہیں۔ لیکن اس کو درست کرنے کے لئے تربیت لینی ہوتی ہے۔

پچھلے سال ہمارا برطانیہ کا سفر ہوا تھا۔ وہاں ان کا ایک دور دراز صوبہ ہے بینگر۔ وہاں بیان کرنے کے لئے ساتھی مجھے لے گئے۔ دور دراز صوبوں میں انگریز نوکری کے لئے نہیں جاتا بلکہ ایشیائی اور عربوں وغیرہ کو بھیجتا ہے۔ یہ بھی ایسا صوبہ تھا جہاں عرب اور پاکستانی ڈاکٹر تھے اور ان کے اوپر کنٹرول کرنے والے ایک دو انگریز تھے۔ وہاں پہنچے تو جن ڈاکٹر صاحب کے ہاں ہماری دعوت تھی وہ صوبہ سرحد کے پٹھان آدمی تھے اور غیر مقلد یعنی اہل حدیث ہو گئے تھے۔ میڈیکل کالج میں ہمارے شاگرد بھی رہ چکے تھے۔ کہنے لگے کہ جی ہمارے ہاں ایسے ہی فلسفے اور پیچیدگیاں پیدا کی ہوئی

تھیں۔ ہم تو اس سیدھے سادے دین کی طرف واپس لوٹ گئے۔ ادھر ہم نے تو ابنِ تیمیّہ کا مطالعہ کیا عربوں کے ساتھ جبکہ ہمارے ہاں تو پیری مریدی اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ انھوں نے پیدا کیا ہوا ہے۔ ہم تو گئے ہی تصوف کی بنیاد پر تھے اور یہی دعوت بھی دینی تھی کہ انسان کی بواسطہ تصوف تربیت ہو جائے۔ جو ساتھی ہمیں لے کر گئے تھے وہ بڑے پریشان ہوئے کہ ہم تو ڈاکٹر صاحب کو اتنا سفر کروا کر لائے ہیں بیان کے لئے اب کیا ہوگا کیونکہ اہلِ حدیث اس چیز کا رد کرتے ہیں جس کی ہم دعوت دیتے ہیں اور اسے فلسفہ اور پیچیدگیاں اور غیر ضروری باریکیاں کہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا آپ بالکل فکر نہ کریں۔ انشاء اللہ ان کے لئے ایک جملے میں شکست ہے۔ اس میں بھی ہمارا کمال نہیں ہے بلکہ کمال ان بزرگوں کا ہے جن کے جوتوں کی خاک اور گرد ہمارے سر پر آئی اور ان کی تعلیمات اگر عمل کے طور پر نہ ہوں تو کم از کم یادداشت کے طور پر ہمارے پاس ہیں۔ خیر بیان شروع ہوا۔ میں نے بیان میں کہا کہ **قد افلح من تزکّٰی**۔ تزکیہ پر میں نے بیان کیا۔ انسان کے باطن کا سنورنا، باطن کی پاکی، باطن کی گندگی وغیرہ کو بیان کیا۔ اس میں میں نے ایک جملہ بولا کہ پڑھنا یاد کرنا تقریر کرنا وغیرہ ساری چیزیں تو ہیں لیکن تزکیہ کسے کہتے ہیں؟ جس وقت تیرا نفس جذباتِ شہوانیہ سے بڑھ کے اس وقت اس کو روکنا اور کنٹرول کرنا۔ یہ تزکیہ ہے۔ تزکیہ کے رخ کے اور بھی موضوعات زیرِ بحث آئے۔ بیان ختم ہوا اور میں دعا مانگ کر جب علیحدہ ہوا تو ان کی تنظیم کا صدر آگے بڑھا اور بولا کہ آپ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ علیحدگی میں اس نے پوچھا کہ یہ جو آپ نے کہا کہ جذباتِ شہوانیہ جو بڑھک جاتے ہیں ان کو ٹھیک کیا جاتا ہے تو یہ کیسے ٹھیک ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ایک گھنٹے یا ایک دن میں تو ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس کے لئے تو نظامِ تربیت ہے اس سے گزرنا ہوتا ہے۔ پھر ہمارے ساتھی بڑے خوش تھے۔ میں نے کہا کہ یہ محض subjective discussion یعنی صرف نظریاتی بحث تھی۔ اس کو سیکھنے کے لئے تو ایک عرصۂ دراز کی ضرورت ہے۔ بندہ کے شاگرد ڈاکٹر صاحبان جو اہلِ حدیث ہو چکے تھے ایک بات ان سے بندہ نے کہی کہ حدیث کے ظاہری معنیٰ پر فیصلہ اور ہر ایک فیصلہ ہر ایک کا خود کرنا، اس طرح تو یہ سارے فقیہہ بن

جائیں گے۔ عام معمولی دیہاتی آدمی بھی فقیہہ بن جائے گا۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور ہل رہے تھے۔ ہل ہل کر پڑھا رہے تھے کسی نے پوچھا کہ تم نماز میں ہلتے کیوں ہو۔ نماز میں تو سکون ہے۔ قوموا للّٰہ قانتین قرآنِ پاک میں آیا ہوا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہم نے حدیث پڑھی ہے۔ پوچھا کون سی حدیث؟ اس بیچارے کو عربی بھی نہیں آتی تھی، اردو کی کتاب میں حدیث کا ترجمہ بتایا کہ اس میں لکھا ہے نماز ہلکے پڑھنی چاہئے۔ تو وہ یہ سمجھا تھا کہ کہیں جھوم جھوم کے نماز کا لطف اٹھانا ہوتا ہے حالانکہ لکھا تھا کہ ہلکی پڑھنی چاہئے۔ یعنی نماز بہت لمبی نہیں پڑھنی چاہئے بلکہ ہلکی یعنی مختصر پڑھنی چاہئے تاکہ جماعت میں شامل لوگوں کے لئے مشکل نہ بن جائے۔

تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں کسی کے نظریات سے تعرض نہیں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب حج پر گئے تو تبلیغ والے حضرات نے کہا کہ حضرت اگر آپ یہاں پر رفع یدین کریں اور آمین بالجہر شروع کر دیں تو عرب بہت متوجہ ہو جائیں گے اور تبلیغ میں لگیں گے۔ انھوں نے فرمایا کہ بھائی میں تو ان کو اپنے فقہ کی دعوت دینے کے لئے نہیں آیا۔ میں تو توحید، رسالت، آخرت، اعمال صالحہ اور اصلاحِ نفس و اصلاحِ باطن کی دعوت دینے آیا ہوں۔ عرب جب ہمارے ہاں تبلیغ کے سلسلے میں بستی نظام الدین ہندوستان کے مرکز آئے تو انھوں نے کچھ دن چلنے کے بعد کہا کہ ہم آمین بالجہر اور رفع یدین چھوڑنا چاہتے ہیں۔ ہمارے حضرات نے فرمایا کہ یہ بالکل نہیں چھوڑو گے۔ کیونکہ ہم نے آپ کو اپنے فقہ کی دعوت دینے کے لئے نہیں بلایا۔ علماء اس بات کو جانتے ہیں کہ مسلک کی دعوت دینا تبلیغ ہے ہی نہیں۔ یہ کہنا کہ سارے حنفی ہو جاؤ یہ تبلیغ نہیں ہے۔ تبلیغ تو توحید، رسالت، آخرت، اخلاق، تزکیہ، اصلاح اور ان کے فضائل کی دعوت دینا ہے۔ فقہی اختلافات تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئے ہیں اور آپ نے ان پر نکیر نہیں فرمائی رد نہیں فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے یہ غلط ہے۔ ایسا کرو ایسا نہ کرو۔ اس کی پوری گنجائش چھوڑی ہے شریعت نے۔ تو میں نے کہا آپ تعرض نہ کریں آپ اپنی دعوت دیں۔ دین صرف نماز پڑھ لینا یا

آمین بالجہر کر لینا یا رفع یدین کر لینا نہیں ہے۔ دین کا تو اہم کام تیرے باطن کے ساتھ ہے کہ تیرے اندر کیا بنا۔ تیرے اندر کیا ہے۔ جب باطن کی اصلاح نہیں ہوتی ہے تو ظاہری اعمال ادا تو ہو جاتے ہیں مقبول نہیں ہوتے۔ عمل کا ادا ہو جانا اور بات ہے اور اس کا قبول ہو جانا اور بات ہے۔ ظاہرِ دین ادا تو ہو گیا مقبول نہیں ہوا۔ کیونکہ باطن درست نہیں ہوا۔

تو تربیت کے رخ کی سب سے پہلی بات جو عرض کی وہ یہ ہے کہ جذباتِ شہوانیہ قابو میں آئیں۔ ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نوجوانوں کے آگے ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک ریگمال پر گرا ہوا تھا خون۔ ایک گتے پر شیشے کے باریک ٹکڑے جو سختی سے چپکائے ہوتے ہیں اسے ریگمال کہتے ہیں۔ اس کو سختی سے رگڑتے ہیں کسی بھی سطح پر رنگ لگانے سے پہلے میز کرسی ہو یا گاڑی۔ یا پھر سپارک پلگ پر زیادہ دھواں جمع ہونے کی صورت میں ریگمال سے رگڑتے ہیں کیونکہ وہ موٹر سائیکل کو سٹارٹ نہیں ہونے دیتا۔ بلی نے خون کے اس قطرے کو چاٹا تو بڑا مزا آیا۔ قطرہ تو ایک ہی تھا صاف ہو گیا پر بلی کو آیا مزا۔ اس نے مزید زبان رگڑی، خون نکلا۔ اس کو چاٹا۔ اور مزا آیا۔ پھر رگڑا پھر چاٹا۔ مزے میں اس کو چاٹتی گئی یہاں تک کہ خون تو زبان سے نکل نکل کر پیٹ میں چلا گیا لیکن بلی خود مر گئی۔ تو چاٹنے کے مزے میں اپنا ہی خون ضائع کر دیا۔ تو مولانا صاحب نوجوانوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جذباتِ شہوانیہ سے اپنے ہی خون کو ضائع کر لیتے ہو اور پھر کسی کام کے نہیں رہتے۔

ایک بزرگ عالم تھے ۸۰ سال عمر کے۔ ان کے طلباء چھلانگیں لگا رہے تھے۔ حضرت نے ان سے بڑھ کر چھلانگ لگائی۔ طلباء بڑے حیران ہوئے تو انھوں نے فرمایا بچو! نوجوانی میں اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے اس لئے ہڈی پٹھے ابھی بھی مضبوط ہیں۔ اُس وقت اپنی حفاظت کی، اگر نہ کی ہوتی تو اب کسی کام کا نہ ہوتا۔ تو یہ نفس کا مزہ اور چسکا ہے جس کے پیچھے آدمی جاتا ہے۔ اور تقویٰ والی زندگی کی طرف آتے ہوئے اس کا نفس گھبراتا ہے کیونکہ مزہ رہ جائے گا۔ بعض اوقات دو تین بار مجلسوں میں ساتھی آتے ہیں کچھ عرصے کے بعد آنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے ساتھی بڑے پریشان

ہوتے ہیں کہ فلاں بہت آرہا تھا اب نہیں آرہا۔ میں کہتا ہوں آپ فکر نہ کریں یہ نہیں آئے گا۔ پوچھتے ہیں کیوں؟ میں کہتا ہوں کہ اس کے باطن نے مطالبہ کیا ہے زندگی کے بدلنے کا۔ اور یہ اس مطالبے پر ہاں نہیں کہہ رہا۔ اب ہاتفِ غیبی، القائے رحمانی اور فرشتے کی آواز اس کے باطن میں اٹھ رہی ہے اور اس کو زندگی بدلنے کی دعوت دے رہی ہے۔ کیونکہ اس نے ایک ماحول کو اختیار کیا ہے پر اب اس کو لے نہیں رہا ہے۔ اس کو رد کرنا چاہتا ہے اس لئے مجلس میں نہیں آرہا۔ نوجوانوں کے بارے میں کہا کرتا ہوں کہ اس ماحول سے نکل کر پھر جب گناہوں کے چسکے والے ماحول میں جاتا ہے تو پھر آنے سے گھبراتا ہے کہ اس کا ماحول تو اس مزے اور چسکے کو پھر چھڑا دے گا۔ میرے بھائی یہ گندگی اور یہ گوں کھانا اس سے تو چند دن تک آدمی کو نکلتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن جس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو تقویٰ والی اور اپنے تعلق والی زندگی نصیب فرماتا ہے تو اس میں اتنی حلاوت، مٹھاس اور اتنا لطف ہے کہ اس کے سامنے دنیا کے سارے مزے گرد ہیں اور کوئی حیثیت نہیں رکھتے اس کے سامنے۔ لیکن یہ جذبۂ شہوانیہ کا مزہ جھاڑ جھنکار کی طرح ہے۔ جس طرح کہ اس کو سنبھالیں نہیں تو اس میں جھاڑیاں کانٹے اُگ آتے ہیں۔ جبکہ وہ (تقویٰ والی زندگی) تو کیلے کا پھل ہے آم کا درخت ہے، اس کو کاشت کرنا ہوتا ہے، اس کی حفاظت کرنی ہوتی ہے، اس کو سنبھالنا ہوتا ہے۔ جس وقت اس پر آم لگتے ہیں اور ایک ایک درخت جب پانچ پانچ ہزار کے آم دینے لگتا ہے تو اس کی شاخ کے کوئی قریب بھی جائے تو زمیندار مرنے مارنے پر اتر آتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی متاع ہے، دولت ہے، سرمایہ ہے جس کے بارے میں اس کو پتا ہے کہ اس کے کتنے مفاد اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ تو میرے بھائی تقویٰ والی زندگی کی اپنی حلاوت اور مٹھاس ہے۔ اور مفادات ہیں دنیوی اور اخروی۔ ان کی آگاہی ہو جاتی ہے۔ مشق کر کے اس کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اور وہ اگر اس کو برتتا ہے اس کو اختیار کرتا ہے اس کے فوائد جب یہ اٹھاتا ہے تو پھر آپ اس پر حملہ کر کے بھی اُس سے نہیں چھین سکتے۔ ابھی تو تھوڑی سی چٹکی بجائی اور جوانوں کو نچا دیا اور فسق و فجور میں مبتلا کر کے تباہی کی طرف دھکیل دیا۔

برطانیہ میں ہمارے سلسلے والے ڈاکٹر صاحبان میں سے ایک نے بتایا کہ اس سال برطانیہ

نے نرسیں فلیپائن (Phillipines) سے منگوائی ہیں۔ پوچھا وہ کیوں، ان کی اپنی نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا کہ جس عمر میں نرسنگ (nursing) کا پیشہ سیکھتے ہیں اس عمر میں ان کی لڑکیاں بدکاری کے پیچھے پڑی ہوتی ہیں تو سیکھ ہی نہیں سکتی ہیں۔ ان کے پاس آدمی ہی نہیں ہیں تو اس لئے فلیپائن سے منگوائیں۔ تو کام کی چیز تو وہ آدمی سیکھتا ہے جو جذباتِ شہوانیہ کو قابو میں لاتا ہے۔ اس آدمی کا مستقبل بنتا ہے۔ اس کی آخرت بھی بنتی ہے اور دنیا بھی۔ ورنہ کلہاڑا لے کر اپنے پیروں پر مار کر اپنے آپ کو تباہ و برباد کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہوتا ہے۔

اس کے مقابلے میں انسان کا جو باطن ہے، اس کا جو قلب ہے اس میں نیک خیالات، نظریات، عقائد، سوچیں اور اس طرح کی چیزیں اندر داخل ہوتی ہیں اور قرار پکڑتی ہیں، اس کے بعد جڑ پکڑتی ہیں پھر پھلتی پھولتی ہیں اور جب وہ باطن میں حاصل ہو جائیں تو اسے نسبت کہتے ہیں۔

ے الف اللہ چمبے دی بوٹی، مرشد من وچ لائی ہو
مرشد باہو ہر دم جیوے، ایہ بوٹی جس لائی ہو
اندر بوٹی خوشبو مچائی، جان کھلن پر آئی ہو
واہ مرشد تِنے دے باہو، ایہ بوٹی جس لائی ہو (دیوانِ سلطان باہو)

(ترجمہ) الف تو اللہ کا نام ہے اور یہ نام تو چنپا پھول کا پودا ہے۔ یہ پودا مرشد نے میرے دل میں کاشت کر دیا۔ مرشد باہو ہمیشہ زندہ رہے جس نے یہ پودا کاشت کیا۔ جب یہ پھول کھلنے پہ آیا تو اس نے اندر خوشبوؤں کی بکھیر کی۔ واہ واہ تمہاری شان اے مرشد باہو جس نے یہ پودا کاشت کیا۔

ے کاشتی تخمِ محبت در دلِ من کاشتی
آخرش دادی مرا چیزے کہ تو خود داشتی

کاشت کر لیا محبت کا بیج تو نے میرے دل میں۔ آخر جو چیز تیرے دل میں تھی وہ میرے دل میں بھی ڈال دی۔

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کا ایک درجہ نسبتِ انعکاسی

ہوتا ہے اور ایک درجہ نسبتِ اتحادی ہوتا ہے۔ اپنی کتاب ''اکابر کا سلوک واحسان'' میں انھوں نے یہ لکھا ہے کہ نسبت ایک انعکاسی ہوتی ہے اور ایک اتحادی ہوتی ہے۔ یعنی انسان کے باطن میں جو چیز جڑ پکڑتی ہے ایک انعکاسی ہوتی ہے ایک اتحادی ہوتی ہے۔ انعکاسی اسے کہتے ہیں کہ اس کے قلب پر ایک عکس آگیا۔ جیسے آئینے کے سامنے ایک جلتی ہوئی موم بتی رکھی ہو۔ موم بتی کو ہٹائیں تو عکس بھی ہٹ جاتا ہے۔ یا جیسے کپڑے کا کچا رنگ ہو۔ آپ بازار جائیں تو ایک کپڑا بک رہا ہے سو روپے گز۔ اسی رنگ کا دوسرا کپڑا ہے جس کا پھول وغیرہ سب بالکل وہی ہیں اور وہ بک رہا ہے پچیس روپے گز۔ اب عید کے دن مالدار آدمی کے بچے بھی کپڑے پہنے ہوئے اور غریب آدمی کے بچے بھی کپڑے پہنے ہوئے ایک ہی طرح لگ رہے ہیں۔ جب پہلی ہی دفعہ دھوئے تو کچا رنگ گیا دھل دھلا کر پھیکا پڑ گیا جبکہ پکا رنگ پکا ہے۔ کپڑا ختم ہو جاتا ہے، پھٹ جاتا ہے لیکن رنگ اس کا نہیں ہٹتا، ختم نہیں ہوتا۔ پھیکا رنگ ایک دھوون دو دھوون تین دھوون چار دھوون کے بعد پھر نہیں رہتا۔ تو ایک پر رنگ انعکاسی تھا اور دوسرے پر اتحادی تھا جو پکا ہوتا ہے۔

ہم اور آپ صبح سے شام تک جن جگہوں، ماحولوں سے گزرتے ہیں، جن جگہوں پر استعمال ہوتے ہیں، جو دیکھتے سنتے ہیں، جو بولتے ہیں اس سے ہمارے باطن پر عکس آتا رہتا ہے اور وہ عکس آتے آتے پکا ہو جاتا ہے۔ جب پکا ہو جائے تو اس کے بعد پھر شخصیت اسی رنگ میں رنگ جاتی ہے۔ **ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم و علیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ و لھم عذاب الیم** اب اللہ تعالیٰ نے لگا دی ہے مہر اور اللہ کا مہر لگانا تو آخری نتیجہ ہوتا ہے اس پہلی محنت کا جس سے انسان گزر کر وہاں پہنچتا ہے۔ جس طرح کوئی آدمی روئی کے گالے کو پٹرول میں ڈبو دے اور اس کے پاس جلتی ہوئی دیا سلائی لے آئے تو وہ آگ پکڑ لیتا ہے کیونکہ آگ پکڑنے کے سارے اسباب آپ نے مہیّا کر دئے ہیں۔ اب آپ چاہیں کہ یہ آگ نہ پکڑے تو آگ پکڑنا تو نافذ ہوگا کیونکہ جو اسباب اس کے نافذ ہونے کے لئے پیدا کرنے تھے وہ آپ نے پیدا کر دئے۔ اب تو دل پر مہر لگ گئی اور جس طرح تو نے خود کو استعمال کیا۔ سننا، دیکھنا، بولنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، آنا جانا، تو جیسے استعمال ہوا اس سے تیرے اندر

حال پکا ہوگیا۔اسے صوفیا کہتے ہیں ''حال پکّا ہو جانا''۔

یونیورسٹی میں ہماری اصلاحی مجلس ہوتی ہے حضرت تھانوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلے کی۔اس میں اصلاحِ نفس پر بحث ہوتی ہے۔اس میں ایک لڑکا تھا۔مجھے اس پر حیرت ہوئی۔ساتویں آٹھویں جماعت میں پڑھنے والا لڑکا تھا اور درس میں بیٹھتا تھا۔اُس نے اِس بات کو سیکھ لیا کہ انسان کی اصلاح ہوتی ہے۔اس کی کلاس کے ایک لڑکے نے اس سے کہا کہ مجھ پر سخت جذباتِ شہوانیہ طاری ہوگئے ہیں اور میں بدکاری کے لئے تیار ہوگیا ہوں۔پوچھا وہ کیسے؟ کہا کہ میرے گاؤں لکی مروت سے ایک دوست نے ٹیلیفون پر بتایا کہ میں نے یہ یہ کچھ کیا۔اس نے جو اپنی کاروائی بولی تو ان باتوں کو سننے سے مجھ پر یہ جذبات طاری ہوگئے اور اب میرا بدکاری کرنے کو دل چاہتا ہے۔تو اِس لڑکے نے اُس سے کہا کہ تجھے تو پتہ ہی نہیں، ان باتوں کی تو اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔آؤ میں تمہیں لے جاتا ہوں۔میں گھر پر بیٹھا تھا کہ دو خریڑے یعنی بالشت بھر کے دو نو عمر لڑکے آ کر بیٹھے۔ایک لڑکا کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب یہ جو لڑکا میرے ساتھ آیا ہے اسے کچھ تکلیف ہے آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔اُس لڑکے نے بات بتائی کہ میرا یہ حال ہوگیا ہے جس کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔میں نے کہا۔''برخوردار! اللہ آپ کو اس کی جزا دے کہ آپ نے اتنی اچھی بات اسے سمجھائی اور آپ بروقت آئے۔اور واقعی یہ کچھ مشکل بات نہیں ہے ٹھیک ہو جائے گی آپ غم نہ کریں۔پہلے تو آپ سیدھا جا کے اس لڑکے کو ٹیلیفون کریں جس نے آپ سے یہ باتیں کی ہیں اور اسے خوب گالیاں دیں''۔ کلہ کلہ سوټہ هم فصل ته فائده کئي۔هغه غل غوشان چه پکے آچئي۔ غلاضت گندگی وغیرہ جو فصل میں ڈالتے ہیں اس سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔تو میں نے کہا کہ اس کو خوب گالیاں دو۔چلو اتنی احتیاط ہم کر لیتے ہیں کہ مغلظ گالیاں نہ دو باقی 'ده خر بچیه' (گدھے کے بچے) وغیرہ قسم کی ساری گالیاں اس کو دو اور پھر مجھے بتانا۔اس کے بعد جب وہ آیا تو اس نے بتایا کہ جو جذبات مجھ پر طاری تھے وہ زائل ہوگئے۔میں نے کہا کہ وہ تو تجھے اس کے قول کا فیض ہوا تھا جو دراصل تیرے باطن کو چنگاری (spark) دے گیا تھا۔تو نے جب اس پر ردِعمل کیا تو اللہ نے کیا کہ وہ زائل

ہو گیا۔ یہ بچہ درس میں بیٹھنے لگا، سلسلے میں بیعت ہوا اور اس کا پورا خاندان سلسلے کی طرف متوجہ ہوا اور خود اس کو اللہ نے شرعی زندگی نصیب کی۔

مولوی امین صاحب جو ہمارے صوابی والے مدرسے کا مہتمم ہے وہ آیا اور رویا۔ میں نے کہا کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا کہ تعلیم تو میں دے رہا ہوں مگر تربیت کا بندوبست نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب تربیت تو تعلیم کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اِس وقت جتنا ہو سکتا ہے کرو کیونکہ یہ ایک اہم مرحلہ ہے۔ طالبِ علم کو الفاظِ علم اور ان کا معنیٰ متعین کر کے دینا ہے۔ وہ اس کو آجائے۔ تربیت اتنی آسان چیز نہیں ہے۔ وہ پھر تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ ابھی جتنی کوشش آپ سے ہو سکتی ہے کر لیں۔ الفاظ معانی کے بعد تربیت تیسرا مرحلہ ہے، وہ تو بعد میں ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم اور آپ تو اپنے بارے میں، گھر کے بارے میں، اپنی اولاد کے بارے میں اور اسلامی معاشرے کے بارے میں کوئی فکر ہی نہیں کر رہے ہے کہ اس کی تربیت ہو، زندگی سدھرے، اندر تزکیہ اور تقویٰ آئے اور اس کا حال بدلے۔ حضرت تھانوی صاحب نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا کہ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی میں قَد ہو گیا تحقیق۔ اَفۡلَحَ ہو گیا فعل۔ مَنۡ ہو گیا موصول۔ اور تَزَکّٰی ہو گیا صلہ۔ تو یہ صلہ ہے یہ موصول ہے، یہ جار ہے یہ مجرور ہے، یہ فاعل ہے یہ مفعول ہے، یہ جو سیکھ لیا اس نے تو کہتا ہے دوسرے سے کہ بس میں نے سیکھ لیا۔ تو ٹھیک ہے کہ یہ صلہ اور موصول تھا اور یہ جار اور وہ مجرور تھا لیکن میرے برخوردار 'تزکیٰ' کا مفہوم تو صلہ موصول اور جار مجرور والی بحث سے مکمل نہیں ہوا۔ وہ تو باطن کا ایک حال اور کیفیت ہوتے ہیں، باطن میں حاصل کرنے کی ایک چیز بیان ہوئی ہے۔ وہ تو اس ساری بحث کے بعد آدمی پوچھتا ہے کہ تزکیٰ کیا چیز ہے؟ پھر اس کو مشائخ تزکیہ کی محنت مشقت اور مجاہدے میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس رگڑا رگڑی، کھینچا تانی اور کشتی دھینگا مشتی کے بعد، جب آدمی نفس کو قابو کرنے کے لئے یہ سارے پاپڑ بیلتا ہے تو اس کے باطن میں عکس کی شکل میں آئے ہوئے تزکیہ اور تقویٰ قرار پکڑتے ہیں۔ تب انعکاسی چیز اتحادی بنتی ہے اور اس کے اندر قرار پکڑتی ہے اور اس کے بعد اس کے سارے بدن کے اعمال میں استعمال ہونے کو متاثر کرتی ہے۔

(باقی اگلے شمارے میں)

فنا فی المال۔ ہائے پیسہ وائے پیسہ

(ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب، ڈسٹرکٹ سپیشلسٹ کوہاٹ)

لا تا کلوا اموالکم بینکم بالباطل (پ۵،۲ آیت ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

" مجھے جو چیز ایسی معلوم تھی جو تمہیں جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرے میں نے تمہیں اس کا حکم دیا اور جو چیز بھی اسی میرے علم میں تھی جو تمہیں دوزخ سے قریب اور جنت سے دور کرے میں نے تمہیں اس سے منع کیا روح الامین (جبرائیلؑ) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی ذی نفس اس وقت تک موت سے ہمکنار نہیں ہوسکتا جب تک اپنے رزق کی متعین مقدار پوری نہ کرے اگرچہ وہ رزق اس کے پاس تاخیر سے پہنچے اس لئے اللہ سے ڈرتے رہو اور رزق کے سلسلے میں حسنِ طلب سے کام لو۔ رزق میں تاخیر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مبتلا ہو کر رزق حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ اس کی نافرمانی کر کے حاصل نہیں کی جاسکتی۔"

(ابن ابی الدنیا از احیاء العلوم)

ہمارے ڈاکٹر حضرات دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، پھر اپنا مقابلہ دوسرے سے روپے میں گاڑی میں، بنگلہ کوٹھی میں اور سب سے پہلے مریضوں کی زیادتی اور کمی میں کرتے ہیں۔ اس میں اگر ایک کا بیمار کسی اور کے پاس چلا جائے تو اس کے دل پر بوجھ آجاتا ہے اگر ایک کے پاس آیا ہوا مریض آپریشن کسی اور سے کرانا چاہتا ہے تو دل میں کڑھن محسوس ہوتی ہے اور دوسرے ڈاکٹر کو نیچا کرنے کے مختلف حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ تو ایک طرف کی دل کی گندگی ہوئی جو سراسر منافقت کی نشانیوں میں سے ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کی تعریف کے قابل نہ بنانا ہے کیونکہ حدیث شریف میں مومن کی تعریف فرمائی گئی ہے کہ مومن وہ ہے جو اپنے لئے پسند کرے وہ دوسرے کیلئے بھی پسند کرے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ہے مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے

مسلمان محفوظ رہیں۔لوگوں نے عرض کیا مومن کون ہے فرمایا وہ شخص کہ جس سے اہل ایمان اپنے مالوں اور جانوں کے سلسلے میں مامون ہوں۔عرض کیا مہاجر کون ہے فرمایا! وہ شخص جس نے برائی ترک کی اس سے اجتناب کیا،ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کیا ہے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ کا مطیع ہو اور مسلمان تیری زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔'' (احمد عمر ابن عنبہؓ، احیاء العلوم)

دوسری طرف مسلمان بھائی ڈاکٹر صاحبان کے پاس تشریف لاتے ہیں،اپنی عزت،مال اور جسم پیش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ چیزیں ان ڈاکٹر صاحبان کے ہاتھوں محفوظ ہیں۔کسی نے اپنی بکری بیچی ہوتی ہے،کوئی اپنے گھر کا کل سرمایہ لے کر بیمار کو بڑی آس لے کر ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں اور اندھا اعتماد کرتے ہیں لیکن ہم ڈاکٹر حضرات کو ذرہ برابر پروانہیں ہوتی نہ عزت کی پرواہ،نہ مال کی نہ جسمانی امراض کو ٹھیک طریقہ سے علاج کرنے کی پروا۔اسے دھوکا دینا آسان سمجھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ غبن المسترسل حرام ۔﴿ترجمہ﴾ جو شخص تم پر اعتماد کرے اسے دھوکہ دینا حرام ہے۔

(طبرانی،ابوامامۃ،بیہقی جابرؓ از احیاء العلوم)

لیکن ہماری نظر پیسے پر ہوتی ہے۔ہمارے ایک حضرت خیال محمد صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے ڈاکٹر آنکھ بند ہوتے ہی جنت کے مستحق ہوتے تھے اور اب آنکھ بند ہوتے ہی دوزخ کے اہل قرار پاتے ہیں کیونکہ پیسہ میں جان ہے۔لوگوں کی جیبوں پر نظر ہوتی ہے پہلے لوگ اللہ کی اطاعت میں اپنے کو فنا کرتے تھے اور اب مال کی محبت میں فنا کرتے ہین یعنی فنا فی المال ہیں۔

کچھ واقعات آپ کی نظر کرتا ہوں تا کہ ہماری اصلاح ہو اور اگر ایک ڈاکٹر صاحب کسی بڑے فیصلہ کا ارادہ کر رہا ہو تو نظر بچا کر کسی ہمدرد ڈاکٹر صاحب سے مشورہ ضرور لیا کرے تا کہ عزت،مال اور جسم محفوظ رہ سکے۔

اس کی عمر تقریباً ۷ا سال کی تھی اپنے بوڑھے والد کے ساتھ میرے پاس آئی۔والد نے ہاتھ میں پشاور میں ہونے والے ٹیسٹ اور ڈاکٹر کے نسخہ جات پکڑے ہوئے تھے۔اس کی تکلیف میں نے سنی پھر معائنہ کر کے کاغذ دیکھے جو ایکسرے ہوئے تھے وہ بھی دیکھے لیکن کہیں بیماری کی نشاندہی نہیں ہوئی

تھی۔ چہرے سے دونوں باپ بیٹی انتہائی پریشان۔ بوڑھے والد کے الفاظ یوں تھے کہ میں ایک غریب آدمی ہوں اگر دوائی سے میری بچی ٹھیک ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ میں ۲۰،۰۰۰ روپے کہاں سے پیدا کروں گا آپریشن کیلئے (یہ آج سے ۱۴ سال پرانی بات ہے جس وقت سونے کا بھاؤ چار، ساڑھے چار ہزار تولہ تھا)۔ بڑے دکھ سے وہ بات کر رہا تھا میں سنتا رہا پھر تسلی دی کہ آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کی بچی بالکل ٹھیک ہے انشاء اللہ میں دوائی لکھ دوں گا سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن آئندہ اس ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا اس نے میری بات مان لی۔ میں نے دوائی لکھ دی اس کے مزید حالات اور ذاتی زندگی کے متعلق سوالات کر کے میں نے ان کو ۱۵ دن کی دوائی دے کر رخصت کیا اور کہا کہ بغیر میرے مشورے سے کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ وہ لڑکی ایک غیر شادی شدہ اپنی بھائی بہنوں میں سب سے آخری اولاد تھی۔ چند ماہ پہلے اسے پیٹ میں تکلیف شروع ہوئی ہلکا ہلکا درد معدہ کی جگہ پر ساتھ متلی کا ہونا۔ مقامی ڈسپنسر صاحب سے علاج کے لئے گئی اس نے دوائی دی لیکن آفاقہ نہیں ہوا پھر ساتھ والے گاؤں کے ایک ہسپتال میں تشریف لے گئے انہوں نے دوائی دی پھر بھی آفاقہ نہیں ہوا کسی گاؤں والے نے انہیں پشاور میں کسی بڑے ڈاکٹر کے پاس جانے کا مشورہ دیا اس کی بات مان کر وہ پشاور میں کسی ماہر ڈاکٹر کی تلاش میں ڈبگری گارڈن گئے۔ وہاں یہ ایک مشہور سرجن صاحب نے لڑکی کا معائنہ کیا، ٹیسٹ کروائے۔ ایک ٹیسٹ معدہ کا ایکسرے کی شکل میں کرایا یعنی منہ کے ذریعے دوا پلا کر معدہ کا ایکسرے نکالتے ہیں تا کہ معدہ کی آنت میں جانے کی کوئی رکاوٹ ہو تو اس کا پتہ چل جائے ان ٹیسٹوں کی بنیاد پر اس سرجن صاحب نے لڑکی کے والد صاحب سے کہا کہ آپ کی بیٹی کے معدہ میں زخم ہونے کی وجہ سے معدہ کا رستہ بند ہو گیا ہے اس لئے اس کا آپریشن کرنا پڑے گا۔ اس کا خرچہ کم از کم ۲۰،۰۰۰ روپے ہے آپ تیاری کر کے اس دن کو آجائیں اور اگر آپریشن نہ ہوا تو آپ کی بچی مر بھی سکتی ہے۔ اس پر اس کا والد جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے رونے لگا۔ مارے غم کے کلینک سے بوجھل قدموں کے ساتھ باہر آیا پیسے چونکہ پاس تھے نہیں اس لئے دل پر بوجھ آنا لازمی تھا اس وقت جمعہ کو چھٹی ہوا کرتی تھی مریض بدھ کو دکھایا گیا جمعرات جمعہ ڈبگری گارڈن میں عام طور پر ڈاکٹر چھٹی کرتے تھے اس لئے اس بیمار کو ہفتہ کے دن کا کہہ کر رخصت کیا یہ اپنے گھر میں واپس آئے۔ اتفاق سے میں اس دن گاؤں جمعرات کو پہنچ گیا یہ اپنی

بیٹی کو بمع کاغذوں کے میرے پاس لے آیا میں نے اس کے ٹیسٹ تفصیل سے دیکھے لڑکی کا معائنہ کیا وہ ایکسرے جس میں معدہ نظر آتا ہے دیکھا تو معدہ بالکل ٹھیک اور دوائی آنت تک صحیح گئی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ معدہ تو ٹھیک ہے پھر سرجن صاحب کس چیز کا آپریشن کرنا چاہتے ہیں کیا صرف پیٹ کھول کر پھر بند کر دیں گے اور بیس ہزار روپے بٹور لیں گے میں نے اچھی طرح سمجھایا کہ یہ سرجن معدہ کی بیماریوں پر اتنی دسترس نہیں رکھتا آپ مجھے یہ کاغذ دے دیں اور ایکسرے بھی دیں۔میں یہ کاغذاور ایکسرے پشاور میں باقی ڈاکٹروں سے مشورہ کر کے بتادوں گا تاحال یہ دوائی استعمال کریں۔ پشاور میں میں نے ٹیسٹ اپنے اساتذہ ڈاکٹروں کو دکھائے تو ایک نے کہا کہ فلاں سرجن صاحب تو آجکل پلازہ بنانے کے چکروں میں ہے اس لئے اس کوان روپے کی ضرورت ہے جو غریب کسان کے جیب سے نکالنا چاہتا ہے اس کے ٹیسٹ ٹھیک ہیں اور اس Butcher (قصائی) سے اس لڑکی کو بچا کر رکھو۔ مجھے تسلی ہوئی میں نے یہ واقعہ اپنے حضرت شیخ صاحب کو بتایا انہوں نے سن کر کہا کہ اس لڑکی کا معدہ Spasm (سکڑا ہوا) لگتا ہے اور یہ کسی کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے یعنی کوئی مرد اس پر توجہ کر رہا ہے شادی کرنے کیلئے ۔میں یہ الفاظ لے کر ۱۵ دن بعد گاؤں گیا اس کا والد بمع اپنی بیٹی کے میرے منتظر تھے۔ ساتھ اس دفعہ اس لڑکی کی بڑی بہن بھی آئی ہوئی تھی۔ بیماری کی حالت پہلے سے بہت بہتر تھی کافی آرام محسوس کر رہی تھی میں نے ڈاکٹر صاحبان کی بحث کا نتیجہ ان کے سامنے رکھا اور ساتھ اپنے شیخ صاحب کی بات بھی سامنے رکھ دی اس کی بڑی بہن کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا کہ واقعی ہمارے پڑوس میں شادی شدہ آدمی نے ہماری اس بہن پر نظر رکھی ہوئی ہے جب کہیں باہر نکلتی ہے تو وہ سامنے کھڑا ہوتا ہے شادی کا پیغام کافی دفعہ ہمارے گھر پہنچا چکا ہے اور کہا ہوا ہے کہ اگر میرے ساتھ اس کی شادی نہ ہوئی تو میں اس کو اغوا کرلوں گا ہم کافی دنوں سے پریشان ہیں واقعی آپ کے پیر صاحب تو پہنچے ہوئے لگتے ہیں۔

بہر حال میں نے ان کو تسلی دی ساتھ پڑھنے کیلئے ایک وظیفہ بتادیا جو منزل کی شکل میں ہمیں اپنے بڑوں نے پڑھنے کا کہا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے اس مسئلے کو احسن طریقہ سے حل کیا لڑکی ٹھیک ٹھاک ہوگئی آج تک اپنی معمول کی زندگی گزار رہی ہے اس کو پھر کوئی معدہ کی تکلیف نہیں ہوئی اس کا والد جب بھی مجھے ملتا انتہائی تشکر کے الفاظ ادا کرتا۔ روحانی تشخیص اور چیز ہے جسمانی تشخیص اور چیز ہے اللہ

تعالیٰ اپنے بندوں کو نورِ بصیرت عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ کی مخلوق کی رہنمائی ہو جاتی ہے۔

ایک ڈاکٹر صاحب نے میرے پاس ایک بیمار بھیجا جس کو الٹیوں کی تکلیف تھی اور مسلسل ۵ دنوں سے الٹیاں کر رہی تھی کہ اس کی انڈوسکوپی (Endoscopy) کروں یہ بیمار ان کے پاس دو دن سے داخل تھیں انہوں نے ٹیلی فون پر مجھے بتایا کہ ''اس کا تین ماہ پہلے پشاور میں ایک سرجن صاحب نے معدہ کا آپریشن معدہ کے آگے کا راستہ جو آنت میں کھلتا ہے بند ہونے کی بنیاد پر کیا ہے یہ بات مجھے مریض کے لواحقین بتا رہے ہیں جب کہ جو معدہ کا ایکسرے ہوا ہے اس میں تو آنت کی طرف دوائی صحیح طور پر گئی ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس پشاور والے سرجن صاحب نے آپریشن سے پہلے انڈوسکوپی بھی نہیں کی تا کہ مرض کا صحیح اندازہ ہو سکے آپ مہربانی کر کے اس کی انڈوسکوپی کریں تا کہ یہ دوبارہ آپریشن سے اگر بچنا ہو تو بچ جائے یا یہ کہ پہلے آپریشن کی وجہ سے کوئی نقصان تو نہیں رہ گیا یا جو راستہ بنایا گیا ہے آنت کے درمیانی حصہ کی طرف کوئی خرابی ہو۔'' میں نے ٹیلی فون پر بات سن کر مریض کی انڈوسکوپی کی اندر کی طرف واقعی آپریشن ہوا ہوا تھا معدہ کا درمیانی حصہ ایک بڑے سوراخ کے ذریعے چھوٹی آنت کے درمیانی سے ملایا گیا تھا۔ لیکن اصلی معدہ کا حصہ جو چھوٹی آنت میں کھل رہا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔ میں نے دونوں راستوں سے معائنہ کیا بڑی حیرانی ہوئی اور ساتھ انتہائی افسوس بھی کہ ٹھیک ٹھاک معدہ ہے اور آپریشن کر کے ہمیشہ کیلئے ایک تکلیف مریض کے سر تھوپ دی گئی میں نے ساتھ لائے ہوئے ایکسرے دیکھے جو آپریشن سے پہلے تھے اس میں بھی دوائی چھوٹی آنت میں صحیح گئی ہوئی تھی۔ اب کی بار جو الٹیاں اسے ہو رہی تھیں وہ چھوٹی آنت کی رطوبت معدہ کی طرف واپس آ کے معدہ کے اندر سوزش کا ذریعہ بن رہی تھیں جس کا سبب بھی آپریشن ہی تھا۔

اس عورت کی عمر تقریباً ۳۰ سال کے لگ بھگ تھی چھوٹے چھوٹے بچے اور ساتھ آئے ہوئے شوہر صاحب کی حالت بھی مالی لحاظ سے اچھی نہیں تھی مجھے ان کو دیکھ کر جو دکھ ہونا تھا وہ ظاہر ہے مگر افسوس اس سرجن صاحب پر ہوا جس نے مریض کی تشخیص صحیح طرز پر نہ کر کے اپنی آخرت کی زندگی میں ایک سیاہ باب کا اضافہ کر دیا تھا۔ ہائے پیسہ وائے پیسہ بس یہی ہی خدا ہے۔

ایک مجذوب بزرگ کی حکایت اپنے حضرت صاحب سے سنی یہ بزرگ جمعہ کے دن ایک

معروف بازار کے چوک میں کھڑے ہوگئے ۔ جمعہ کی اذان ہوچکی تھی اور لوگوں کی دکانیں کھلی تھیں بزرگ نے چیخنا چلانا شروع کردیا "اے لوگوں! تمہارا خدا میرے قدموں تلے ہے۔اس پر لوگ بہت غصہ ہوکران بزرگ پر جھپٹ پڑے۔پتھر، لاتیں اور مکے اتنے برسائے کہ وہ مرگئے۔مرنے سے پہلے انہوں نے کہا س کی بات تب سمجھو گے جب ش کی حکومت ہوگی۔ان بزرگوں کا نام س سے شروع ہوتا تھا۔کچھ عرصہ بعد ملک پر ایک بادشاہ کی حکومت آئی اس کا نام ش سے شروع ہوتا تھا۔یہ بادشاہ ایک کتاب پڑھ رہا تھا کتاب سے بہت متاثر ہوا اور کہا کہ یہ تو کسی بہت بڑے عارف کی کتاب ہے۔دربار کے علماء نے مصنف کا نام دیکھا تو کہا بادشاہ سلامت یہ پاگل آدمی تھا ایک دفعہ جمعہ کے دن بازار کے چوک میں کھڑا کہہ رہا تھا۔اے لوگوں! تمہارا خدا میرے قدموں کے نیچے ہے۔اس پر اسے اتنا مارا کہ مر گیا۔

بادشاہ نے اعلان کرایا کہ اس دفعہ جو لوگ جمعہ کی نماز فلاں مسجد میں بادشاہ کے ساتھ پڑھیں گے انہیں دس اشرفیاں دی جائیں گی۔ایک مخلوقِ خدا جمع ہوگئی بادشاہ سلامت اور ان کا خطیب جمعہ کی نماز کے لئے نہ آئے۔جب نماز قضا ہونے کا خطرہ ہوا تو نمازی لوگ دوسری جگہ چلے گئے،لیکن جو لوگ دس اشرفی کیلئے آئے تھے وہ بیٹھے رہے۔نماز سے کافی دیر بعد بادشاہ آیا اور حکم دیا کہ سب لوگوں کو گرفتار کریں۔ پھر ان کو اس چوک پر لے گئے جہاں بزرگ نے نعرہ لگایا تھا۔اس جگہ کو کھدوایا، نیچے سے اشرفیوں کا خزانہ نکلا۔بادشاہ نے کہا ان کو دس دس اشرفی دو اور ساتھ یہ بھی کہو کہ یہ تمہارا خدا ہے۔پھر بزرگ کے کلام کی تشریح کی کہ جمعہ کا دن تھا اذان ہوگئی تھی اس کے بعد دکان کھولنا اور اللہ کے حکم کو توڑنا گویا اس بات کا عملی اعلان تھا کہ روپیہ خدا ہے جس کے کمانے کیلئے نماز جمعہ ترک کر رہے تھے۔ان بزرگوں کو کشفی طور پر معلوم ہوا کہ وہ روپیہ اشرفیاں جسے انہوں نے عملی خدا مان لیا میرے قدموں کے نیچے اس چوک میں دفن ہے چنانچہ وہ خزانہ برآمد ہوا اور مال کے پجاریوں کو پہنچ گیا۔ اپنی حالت میں ہم غور کریں کہ کہیں پیسے کے ساتھ ہمارا ابھی یہی معاملہ تو نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

قذّافی کی موت

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدامحمد صاحب)

آخر ۴۲ سالہ آمرانہ اقتدار (Dictatorship) مکمل کر کے قذّافی کو مخالفین نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پاکستان میں جب ذوالفقار علی بھٹو نے اسلامک سمٹ منعقد کرائی تو اس کے بعد قذّافی سے پاکستان کا دورہ کرایا۔ اس سلسلے میں اس کی پشاور بھی آمد ہوئی۔ اس کی ایک نشست پشاور یونیورسٹی میں بھی ہوئی۔ اس وقت سرخ پوش لیڈر خان عبدالغفار خان کا بیٹا پروفیسر علی خان پشاور یونیورسٹی کا وائس چانسلر تھا۔ اس نے حکومت سے کہا کہ وہ پولیس فورس کے بغیر اپنی یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلباء ہی کے ذریعے تقریب کو کامیاب بنائیں گے۔ اسلامیہ کالج کے بڑے گراؤنڈ میں جلسہ منعقد ہوا۔ واقعی خان موصوف نے تقریب کو کامیاب کر کے دکھایا۔ بھٹو کی تقریر کے بعد قذّافی کی تقریر ہوئی۔ چالیس سالہ جوان، خوب جذباتی، جوش وخروش کا مظاہرہ کرنے والا۔ ہوش عقل فہم بس گزارے کے قابل۔ بندہ ان کے سامنے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ قذّافی کی شخصیت دینی لحاظ سے بھی کچھ پرکشش نہیں تھی۔ اخبارات نے تو لکھا کہ عوام کو بہت سہولتیں پہنچائی تھیں لیکن سہولتوں کے بعد عوام کا اس قدر بپھرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ پاکستان کے کچھ دینی اداروں کے بھی اس کے ساتھ تعلقات تھے۔ مختلف عالمی تحریکوں کی مدد بھی کرتے تھے لیکن ایک بات جو بندہ کے سامنے آئی عجیب تھی کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ مختلف ممالک میں جو لیبیا کے طلباء وقت لگا لیتے تھے اور شرعی اسلامی زندگی اختیار کر لیتے تھے ان کا اس حلیے میں لیبیا جانا مشکل ہوتا تھا۔ بعض لوگوں نے تو بتایا کہ ہمیں جان کا خطرہ لاحق ہے۔ اللہ ہی دنیائے اسلام پر اپنا فضل فرمائے اور اس کو دیانت، امانت، شجاعت، صداقت اور عدالت والے حکمران نصیب فرمائے۔ مغربی دنیا کے عیسائی زیادہ سے زیادہ دو دفعہ صدارت یا وزارتِ عظمیٰ کا دورانیہ گزار کر بالکل گمنامی کی زندگی میں چلے جاتے ہیں اور خوب پُر لطف زندگی گزارتے ہیں۔ جبکہ دنیائے اسلام کے احمق فرمانروا اقتدار سے ایسے چمٹتے ہیں کہ جب تک گھسیٹ کر نہ گرائے جائیں یا ان کی لاش خاک وخون میں نہ تڑپائی جائے تو یہ پیچھے نہیں ہٹتے۔ بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اقتدار کے ساتھ ان کے ایسے فاسد مفادات وابستہ ہوتے ہیں کہ یہ تو کمبل کو چھوڑتے ہیں کمبل انہیں نہیں چھوڑتا۔

ممتاز قادری

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب)

ممتاز قادری کا کیس ماتحت عدالت سے بڑی عدالت میں چلا گیا۔ ادنیٰ آدمی بھی جانتا ہے کہ یہ قتل ڈکیتی، مال حاصل کرنا، کوئی انتقامی کاروائی یا کسی اور منفی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ ایک آدمی نے اپنے بیوقوفانہ بیان سے پورے ملک کے مسلمانوں کو اشتعال دلایا ہے۔ یہ اشتعال ایک آدمی کو اس اقدام تک لے گیا۔ قانون کا ادنیٰ طالبعلم بھی جانتا ہے کہ یہ اقدام دفعہ ۳۰۲ اے نہیں بلکہ دفعہ ۳۰۸ کے تحت آتا ہے۔ جس کی سزا پھانسی قطعاً نہیں ہے۔ ملک کے چیف جسٹس جناب افتخار چودھری صاحب کے لئے ایک بڑا امتحان سر پر آپڑا ہے۔ جناب افتخار چودھری صاحب کی آج تک کی کارکردگی نے جو انھیں پاکستان کا روشن ستارہ بنایا اور واقعی پاکستان میں قائدِ اعظم محمد علی جناح کے علاوہ کوئی آدمی اتنی مقبولیت حاصل نہیں کر سکا۔ اس بات کا بندہ خود اور بندہ کا وسیع سلسلہ جو یورپ و امریکہ تک پھیلا ہے مداح ہے۔

اب دیکھیں کہ ان کی ماتحتی میں عدالت حق کا فیصلہ کر کے ان کی مقبولیت میں اضافہ کرتی ہے یا جو کچھ حاصل ہوا اسے خس و خاشاک کی کی طرح بہا دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ ۱۲ نومبر بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔ بیان عشاء کے بعد ہوگا۔

استفسار و جواب

فنِ تصوف

اور

محدثین و صوفیا میں تطبیق کی راہ!

جناب عبدالرحمٰن صاحب متعلم
پرنس آف ویلز کالج جموں و کشمیر

محترمی جناب سید صاحب مدفیوضہ

السلام علیکم!

جب سے آپ کی ذاتِ گرامی سے غائبانہ تعارف ہوا ہے۔ اُسی وقت سے یہ شوق دامن گیر رہا ہے کہ خط و کتابت ہی کے ذریعہ آپ سے کچھ استفادہ کیا جائے۔

اپنے دینی شعور کی ابتداء ہی سے میں نے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر مسئلہ میں کتاب وسنت ہی کو معیارِ حق اور دلیل راہ بنایا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ فقہی مسائل میں مسلمانوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اسکی نوعیت کو کسی حد تک سمجھ سکتا ہوں۔ اور ان مسائل میں ''اہل ظاہر'' اور ''اصحاب رائے'' کے بین بین کی راہ یعنی ''فقہاء محدثین'' یا ''اصحابِ حدیث'' (اہلِ حدیث، غیر مقلدین) کے مسلک کی ترجیح کا قائل ہوں، لیکن جو اختلاف محدثین اور صوفیائے کرام میں پایا جاتا ہے۔ اسکی حقیقت کے سمجھنے میں ابھی تک پریشان ہوں، اور اس الجھن سے نکلنے کے لیے سیرت نگار رسول ﷺ ہی کی راہ نمائی کی ضرورت ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی باطنی اور روحانی زندگی کے حالات و کیفیات کے بیان کرنے میں محدثین عظام اور صوفیائے کرام میں کس کی ترجمانی زیادہ صحیح ہے اور آپ کی پاک زندگی کے اس شعبہ کے علم و عمل کے جاننے میں کون سا گروہ حقیقت کے زیادہ قریب پہنچ سکا ہے اور ان میں سے کس جماعت کا راستہ حق کا راستہ ہے اگر یہ دونوں گروہ ہی افراط و تفریط سے نہیں بچ سکے تو اہل حق کون ہیں اور اصحابِ اقتصاد کا طریق کیا ہے اور اس مسلک کے ائمہ کون کون بزرگ ہیں؟ اسی سوال سے متعلق چند ایک سوالات ہیں جنہیں نمبر وار درج کرتا ہوں۔

۱۔ الاحسان (الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ الخ الحدیث) کی غایت کیا ہے؟

۲۔ کتاب اللہ کی تعلیم اور اُسوۂ حسنہ رسول اللہ ﷺ میں الاحسان کے حصول کا طریق کیا ہے؟

۳۔ کیا ''الاحسان'' کے حصول کے لیے بیعت کرنا لازم ہے اور اس کے بغیر الاحسان کا حصول ممکن نہیں؟

۴۔ زمانہ نزولِ قرآن کی عربی زبان قرآن مجید اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ میں بیعت کا مفہوم کیا ہے؟ عہد جاہلیت میں اس کی غرض وغایت کیا تھی اور پھر اسلام میں کیا ہوئی؟

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے افرادِ صحابہ سے الگ الگ مختلف اوقات میں جو بیعت لی اُس کا اقرار اور غرض وغایت کیا تھی؟ اور جو پوری جماعت صحابہ سے مختلف اوقات میں لی اُس کے اقرار کے الفاظ اور غرض وغایت کیا تھی؟ کتب حدیث میں ان کے نام اور اقرار کے جو الفاظ ہیں وہ کیا ہیں؟ عہد خلفائے راشدین میں اس اس انفرادی اور جماعتی بیعت کا کیا حال رہا۔

۶۔ صوفیائے کرام جو بیعت لیتے ہیں کیا وہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے؟ کیا اس کی نظیر سنت میں ملتی ہے اور کیا یہ عہد رسالت میں عہدِ خلافتِ راشدہ سے ہی رائج چلی آتی ہے؟ رسالت کے بعد کے دوروں میں اسکی کیا حالت رہی؟

میں اگرچہ ''اصحاب الحدیث'' کے مسلک کو راجح سمجھتا ہوں لیکن ''اہل حدیث'' کے نام سے ملک میں جو جماعت پائی جاتی ہے وہ ایک طرف تو الاسلام کی بنیادی اور مرکزی دعوت کی علم بردار نظر نہیں آتی اور صرف فقہ کے چند اختلافی مسائل ہی اس کی دعوت کا مرکز ہیں جن کی طرف وہ سب کو بلاتی ہے اور دوسری طرف یہ کہ جن بزرگوں کی طرف اپنی نسبت کرتی ہے جہاں ان کی زندگی کا حقیقی مقصد اور ان کی دعوت کا مرکزی نقطہ اُس کی نظر سے اوجھل ہو گیا ہے۔ وہاں ان بزرگوں کی زندگی کا ایک خاص پہلو تو خاص طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور وہ ان کی زندگی کا روحانی حصہ اور نبوت کی وراثت کا باطنی پہلو ہے اور یہ شاید اس لیے لکھ گیا ہوں کہ میرے سامنے ہمیشہ اسی کی نقاب کشائی کی جاتی رہی ہے۔ کیونکہ میں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ اس میں فقہ کے اختلافی مسائل کا اتنا چرچہ تو نہ تھا۔ البتہ سید احمد بریلویؒ اور مولانا اسماعیل شہید دہلویؒ سے لیکر مولانا غلام رسولؒ (ساکن قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ پنجاب) اور العارف باللہ مولانا عبد اللہ غزنویؒ اور ان کے صالحین فرزندوں تک کی کرامات، تزکیۂ نفس، روحانی بلندی اور انابت الی اللہ کی حکایات ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ضرور تھیں۔

اگر چہ میں نے اپنے بچپن میں اپنے ہی خاندان کے وہ بزرگ جو اِن بزرگوں سے مستفیض تھے دیکھے۔ مگر میرے ہوش سنبھالنے تک وہ ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ اور اب صرف ان کی زبانی حکایتیں سنانے والے ہی باقی رہ گئے تھے جو مزے لے لے کر بزرگوں کی کہانیاں سناتے تھے۔ تاہم اُس کا اثر یہ ہوا کہ بچپن ہی میں مجھے حضرت امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور مولانا شہیدؒ سے عقیدت ہو گئی اور پھر انہی کی عقیدت نے میرے دل میں مولانا عبداللہ غزنویؒ اور ان کے خاندان سے محبت کا ایک خاص جذبہ پیدا کر دیا۔

میں نے عربی اس لیے پڑھنی شروع کی تھی کہ مجھے قرآن مجید کا فہم نصیب ہو۔ لیکن افسوس کہ جب انٹرمیڈیٹ تک پڑھ کر بھی قرآن مجید کی زبان نہ آئی تو قرآن مجید کیونکر سمجھ میں آئے، قرآن مجید سے مجھے جو دلچسپی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن فہمی اور مطالبِ قرآن کو حاصل کرنے کے لیے بھی آپ سے ہدایت اور مشورہ حاصل کروں۔

قرآن فہمی کے لیے سامان پیدا کرنے کی ذمہ داری سب سے پہلے ''دار المصنفین'' پر عائد ہوتی ہے بلکہ جہاں تک جلد ممکن ہو عملی طور پر ندوۃ العلماء میں اس طریق پر قرآن مجید پڑھانے کا انتظام کیا جائے کہ قرآن فہمی کی راہ آسان ہو جائے۔

الجواب

مکرم زادکم اللہ علماً و عملاً

السلام علیکم!

آپ کا خط پا کر مجھے بڑی خوشی ہوئی، کیونکہ ایک مدت کے بعد مجھے ایسے کسی خوش خیال نوجوان سے مکاتبت کا اتفاق ہوا۔ آپ جس راہ پر ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے بشرطیکہ اس راہ اور ارادے کے مطابق آپ کو عقیدہ اور عمل کی سعادت بھی حاصل ہو اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ بحمد اللہ آپ نے فقہاء اور محدثین کے درمیان تطبیق کی راہ پالی ہے تو اب محدثین اور صوفیا کے درمیان راہ پانا بھی مشکل نہ ہوگا۔

محدثین میں بھی صوفیا گزرے ہیں۔ امام ابن حنبلؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام بخاریؒ و مسلمؒ و ترمذیؒ سب ہی صوفی حقیقی تھے اور اصطلاحاً محدثین میں امام قشیری صاحبِ رسالہ قشیریہ، ابونعیم اصفہانی صاحبِ حلیۃ الاولیاء، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی طریق قادریہ کے بانی حنبلی المشرب اور ٹھیٹھ محدث تھے۔ ان کی کتاب

غنیۃ الطالبین چھپی ہوئی ہے اور آپ پڑھ سکتے ہیں۔ حافظ ابن قیم ؒ کی صوفیت پر ان کی کتاب منازل السائرین ومدارج السالکین گواہ ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ہیں ان کی مکتوبات کا مطالعہ آپ کر سکتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے اخلاف بھی صوفی تھے اور ان کی تصانیف موجود ہیں۔ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقِ سلوک کو صراطِ مستقیم نامی کتاب میں مرتب کیا ہے جو طبع ہو کر بار بار شائع ہوئی، اُس کو بھی آپ پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات ہے کہ حضرات محدثین رحمہم اللہ پر بحیثیت محدث ہونے کی صرف حضور انور ﷺ کے سارے حالات وکمالات کے جاننے اور دوسروں کو سنانے کا فرض عائد ہے یعنی ان کا فرض نہیں کہ وہ یہ بتائیں کہ ان حالات وکمالات کی حقیقت کیا ہے اور ان کے حصول کی تدابیر کیا ہیں، کیونکہ یہ بھی ایک فن ہو گیا ہے۔ جس طرح فقہ اور کلام اور فرائض وتفسیر وحدیث ایک ایک مستقل فن ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی اصطلاحیں ہیں۔ اُس کی عملی ونظری مشکلات ہیں جن کے سمجھانے کیلیے فقہاء، مفسرین، محدثین اور متکلمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح فنِ سلوک کے لیے سالکین کاملین کی ضرورت ہوتی ہے جو اس فن کی علمی وعملی دقتوں کو رفع کریں۔

یہ فن نظری سے زیادہ عملی ہے اس کے لیے ایسے کاملین کی ضرورت ہے جو اپنے حسنِ اعتقاد اور عمل کے لحاظ سے اسوۂ نبوی ہوں جو اپنے اعمال، آداب، اخلاق، عادات اور اتباع اوامر ونواہی میں نبی ﷺ کا نمونہ ہوں، جنکی صحبت میں پرتو نبوی کا اثر ہو، اور جن کا سلسلۂ صحبت حضور ﷺ کی پاک صحبت تک منتہی ہو۔ جس کا اصطلاحی نام شجرہ ہے۔ جس طرح فنِ روایت میں اس کا نام سلسلہ ہے۔

اسی مفہوم کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ علم حدیث جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کا سلسلہ ہے یہ سلوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا سلسلہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سارا فیض صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر کا نتیجہ تھا۔ ان کے بعد صحابہ کے فیض سے تابعین اُٹھے اور تابعین کے فیضِ صحبت سے تبع تابعین کا ظہور ہوا۔ یہ تین دور ایسے ہیں جن میں پچھلی جماعت اگلی جماعت سے بحیثیت جماعت متاثر ہے، مگر ہر دور میں جماعت کم اور کیف یعنی تعداد اور حالت میں کم ہوتی گئی، تبع تابعین کے بعد جب فتنوں کا ظہور ہوا تو تعداد اور بھی کم ہو گئی، اب جماعت کی صحبت جماعت سے جاتی رہی، اب اشخاص کاملین کی صحبت سے اشخاص با استعداد کے پیدا ہونے کا سلسلہ ہوا، جس کا نام متاخرین نے ارادت یا پیری ومریدی رکھ دیا ہے، ورنہ قدماً وسلف صالحین کی اصطلاح صحبت ہی کی تھی۔ مرید کو صاحب یعنی

صحبت یافتہ کہتے تھے۔ جیسے امام محمدؒ اور قاضی ابو یوسف کو صاحبِ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں۔ اس طرح حضرت شبلیؒ و جنیدؒ کے مرید بھی صحبت یافتہ کہلاتے تھے۔ جسے یوں کہتے تھے کہ فلاں شخص نے شبلیؒ کی صحبت اُٹھائی ہے یا جنیدؒ کی صحبت اُٹھائی ہے۔ یہ رسمی بیعت جو ایک مدت سے رواج پذیر ہے، یہ محض رسم و عرف ہے اور جس کا مقصد یہ ہے کہ پیر و مرید کا باہمی معاہدہ ہے کہ پیر اپنے علم کے مطابق تعلیم و تربیت اور خیر خواہی میں کمی نہ کرے گا اور مرید اس کی تعمیل میں کوتاہی نہ کرے گا۔ اور اس کی اصل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں ہے۔ کہ آپ ﷺ کبھی خاص خاص صحابہؓ سے اور کبھی حاضر مجلس صحابہؓ سے امور خیر پر بیعت لیتے تھے۔ تاکہ جن سے بیعت لی جائے ان میں اس معاہدہ کی اہمیت ہو اور وہ اسکی تعمیل میں ہمت صرف کریں اور ان کو یہ خیال رہے کہ میں نے اس بات کا معاہدہ کیا ہے اس کے خلاف کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہو اور چونکہ جس کے ہاتھ پر یہ معاہدہ کیا جاتا ہے اُس سے عقیدت اور محبت ہوتی ہے اور یہی عقیدت اور محبت اس کے ہاتھ پر معاہدہ کئے ہوئے امور کی تعمیل پر آمادہ کرتی رہتی ہے۔ یہی اس بیعت کا حاصل ہے۔ شیخ اپنے سلسلہ کے ارادتمندوں کو امور خیر کی تعلیم دیتا ہے، ان کے حقائق سے باخبر کرتا ہے، انکی تعمیل کا طریقہ بتاتا ہے اور سالک کے ذہنی اور علمی مشکلات کو حل کرتا رہتا ہے۔ مثلاً غرور بری چیز ہے اب یہ امر کہ غرور کی حقیقت کیا ہے اور غرور کہتے کس کو ہیں اور اُس سے بچنے کی تدبیر کیا ہے اور آیا ہمارا فلاں کام غرور کی حد میں داخل ہے کہ نہیں۔ اس کا جواب نہ خالص محدث دے سکتا ہے اور نہ خشک فقیہہ فقہ ان کو حل کر سکتا ہے، نہ مفسر بتا سکتا ہے اور نہ متکلم ان کی عقدہ کشائی کر سکتا ہے اب ان سوالات کا جواب جو بھی دے سکتا ہے وہ شیخ طریقت ہے جو ممکن ہے کہ محدث بھی ہو، فقیہہ بھی ہو، مفسر بھی ہو تو بہتر ہے نہ ہو تو حرج نہیں، مگر کاملین کا متبع ضرور ہو کہ جس نے اپنے بزرگوں سے اُن کو سیکھا اور جانا ہو یا اُس نے خود کتاب و سنت سے ان امور کی واقفیت پیدا کی ہو اور عمل کر کے اس رتبہ پر پہنچا ہو کہ غرور و تکبر سے اپنی استعداد کے مطابق پاک و صاف ہو گیا ہو اور دوسروں کو بھی اپنی تعلیم و صحبت سے ایسا ہی بنا سکتا ہو۔ اسی تقریر کو ایک اور نہج سے ذہن نشین کراتا ہوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک میں دو صفتیں تھیں۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ (یعنی آپ لوگوں کو کتاب الٰہی اور سنتِ نبوی کی تعلیم دیتے ہیں) وَيُزَكِّيهِمْ (یعنی آپ لوگوں کو عملاً بھی پاک و صاف بنا دیتے ہیں) ان کے رذائل کو دور کر کے ان کو فضائل سے آراستہ کرتے ہیں، ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دونوں صفتیں یکجا تھیں۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم میں بھی عموماً یہ دونوں صفتیں یکجا رہیں، تابعین میں کچھ کمی رہی، تاہم ان میں بھی خاص یکجائی رہی، تبع تابعین میں آ کر

یکجائی ایک محدود حلقہ میں رہ گئی۔اس کے بعد سے یہ یکجائی صرف اشخاص میں ہونے لگی۔ورنہ عام طور پر حال یہ ہوگیا کہ یُعَلِّمُهُمْ یعنی زبانی تعلیم کی صفت تو علماء اور فقہاء نے اختیار کرلی اور یُزَكِّيهِمْ یعنی تزکیہ کو صوفیا نے اپنا کام بنالیا۔پہلی چیز مدرسہ میں چلی گئی اور دوسری خانقاہوں میں۔مگر ہر دور میں بحمد اللہ تعالیٰ ایسے کاملین ضرور ہوتے گئے جو ان دونوں صفتوں کے جامع اور حامل تھے اور وہی درحقیقت وارثِ نبوت تھے۔مثلاً ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ علیہ کا خاندان ان دونوں کا جامع تھا۔ان کے جانشینوں میں بھی یہی جامعیت تھی۔

آج کل یہ ہوگیا کہ یُعَلِّمُهُمْ یعنی تعلیم نبوی کی خدمت علماء کا شغل ہے اور یُزَكِّيهِمْ یعنی تزکیہ کا شغل صوفیا کا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ دو صفتیں یکجا ہوں۔

ہمارے اس بیان میں صوفیا سے مقصود رسمی صوفی نہیں جو درحقیقت دکاندار ہیں بلکہ وہ متبعین صوفیا مراد ہیں جنہوں نے علماً و عملاً اس راہ کا کمال حاصل کیا ہے اور منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔صوفی اور تصوف کے لفظ سے بھی بعض لوگوں کو بھڑک ہوتی ہے۔سو یہ اصطلاحی نام ہے جو لفظی بدعت ہے جس طرح تفسیر اور مفسر، حدیث اور محدث، فقہ اور فقیہہ کی اصطلاحیں ان کے خاص جدید معنوں میں صحابہ کے عہد میں مروج نہ تھیں۔یہ لفظ اس زمانے میں اگرچہ بولے گئے ہیں اور عربی زبان کے لفظ بھی ہیں مگر ان کے اصطلاحی معنی اُن سے مختلف ہیں۔یہی حال تصوف اور صوفی کا ہے خواہ یہ لفظ صوف سے نکلا ہو یعنی پشمینہ پوشی سے جو زہد کی علامت تھی، یا فلسفہ کے لفظ کی طرح یہ یونانی تھیا صوفی سے آیا ہو۔لفظ کی بحث نہیں۔تاہم یہ لفظ بے شبہہ بدعت ہے یعنی بنا ہے اور باہر سے آیا ہے مگر اُس ک حقیقت بدعت نہیں ہے۔قرآن پاک کی اصطلاح میں اُس کو اخلاص کہیے اور حدیث کی رو سے اس کو احسان کا نام دیجیے اور کام کے لحاظ سے اسکو اخلاص فی الدین اور تقویٰ کے حصول کا فن کہیے۔ولا مشاحة فی الاصطلاح

یہ امر بے شبہہ صحیح ہے کہ جس طرح دوسرے فنوں میں غیر جگہوں سے چیزیں آکر شامل ہوئی ہیں۔مثلاً فقہ کے لیے اصول فقہ تیار ہوگیا اور قیاس نے ایک فنی صورت اختیار کرلی، علم کلام و عقائد میں فلسفہ داخل ہوگیا اور منطقی و فلسفی دلائل و حجج و براہین کا شیوع و اخلاص میں بھی بعض باتیں باہر سے آگئی ہیں۔جن کو خواہ تدابیر کے درجہ میں لاکر مان لیا جائے یا اُن سے بھی احتیاطاً پرہیز برتا جائے۔دونوں پہلو

ہو سکتے ہیں مگر اس سے اصل فن پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس فن کی جو اصطلاحیں نئی ہیں وہ افہام و تفہیم کی سہولت کی خاطر اختیار کی گئی ہیں۔ ان سے بھڑکنا حماقت ہے جب کوئی چیز فن بن جاتی ہے تو اصطلاحات سے چارہ نہیں ہوسکتا۔

اب اس فن کے مسائل پر آیئے۔ مسائل اولین یہ ہیں۔

رذائل کیا ہیں؟ ان رذائل کی حقیقت از روئے قرآن وحدیث کیا ہے اور ان رذائل کی بیخ کنی کیونکر ہو؟ انکے بالمقابل فضائل کیا ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے اور ان کے حصول کی تدابیر کیا ہیں؟ ہم غیبت سے کیونکر بچیں۔ ریا سے کیونکر محفوظ رہیں۔ جھوٹ بولنا کیونکر ہم سے چھوٹ جائے اور ان کے مقابل صدق مقال اور اخلاص عمل کیسے پیدا ہو؟ توکل، صبر و شکر استقامت کیسے حاصل ہو؟ ہمارے قلب سے دنیا کی محبت کیسے نکلے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس میں کیسے بیٹھے؟ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً خدا کی طرف سب سے کٹ جاؤ اور رجالاً لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰه ایسے لوگ جن کو بیع و فروخت وغیرہ دنیا کے اشغال خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتے۔ یہ حالت ہم کو کیسے حاصل ہو اور ان فرائض قلبی کے ادا کرنے کا طریق کیا ہے؟ نماز میں قنوت یعنی خوف و خشوع کیونکر پیدا ہو؟ اکلِ حلال کیا ہے، تقویٰ کیسے ہو، ایمان باللہ تعالیٰ کیونکر قوی ہو؟ دوامِ ذکر کیسے حاصل ہو وغیرہ۔

یہاں تک تو میں نے نفسِ فن کی حقیقت کا ذکر کیا ہے اور ان غلطیوں کو دور کرنا چاہا جو اس کے متعلق عام لوگوں میں شائع ہیں اب آپ کا سوال یہ ہے کہ اب کہاں ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہر علم و عمل کے ماہر عہد بعہد کم ہوتے جارہے ہیں۔ اس طرح اس کے بھی بہت کم ہیں۔ علمائے غزنویہ امرتسر کی تعریف میں نے بھی سُنی ہے، جو محدث اور صوفی ایک ساتھ تھے۔ پہلے علمائے اہل حدیث میں بھی ایسے لوگ تھے اور اب بھی ہوں گے، میرے علم میں سیالکوٹ کے مولانا ابراہیم صاحب کو ضرور ان امور سے مناسبت ہے گو مدت سے اُن سے ملاقات نہیں ہوئی۔ علمائے احناف میں بھی بحمد اللہ لوگ ہیں۔

قرآن پاک کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ صحیح ہے، دارالعلوم ندوہ و دارالمصنفین دونوں میں اس کے سلسلے ہیں۔

سید سلیمان ندوی

تکبر (دوسری قسط)

(امام ابو حامد محمد الغزالی کی معرکۃ الآرا تصنیف احیاء العلوم سے انتخاب)

فان قلت: فما بال بعض الناس يزداد بالعلم كبراً وأمناً؟

فاعلم أن لذلك سببين:

أحدهما: أن يكون اشتغاله بما يسمى علماً وليس علماً حقيقياً، وانما العلم الحقيقي مايعرف به العبد ربه ونفسه ، وخطر أمره في لقاء الله والحجاب منه ، وهذا يورث الخشية والتواضع دون الكبر والأمن، قال الله تعالىٰ: " انما يخشى الله من عباده العلمٰؤا " (فاطر: الاية ۲۸) فأما ما وراه ذلك كعلم الطب والحساب و اللغة والشعر والنحو و فصل الخصومات و طرق المجادلات، فاذا تجرّد الانسان لها حتى امتلأ منها امتلأ بها كبراً ونفاقاً ، وهذه بأن تسمى صناعات أولى من أن تسمى علوماً، بل العلم هو العلم هو معرفة العبودية والربوبية وطريق العبادة، وهذه تورث التواضع غالباً. السبب الثاني : أن يخوض العبد في العلم وهو خبيث الدخلة رديء النفس سيىء الأخلاق، فانه لم

علم کے باعث کبراور بے خوفی کی وجہ:۔رہا یہ سوال کہ بعض لوگ علم کی وجہ سے اتنے نڈراور اتنے مغرور کیوں ہو جاتے ہیں۔جب کہ بعض دوسرے لوگوں میں علم سے تواضع، خشوع اور للّٰہیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ کہ علم کی وجہ سے کبراور بے خوفی پیدا ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ شخص کسی ایسے علم میں مشغول ہو جس پر محض علم کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اسے علم حقیقی کہنا صحیح نہ ہو، کیونکہ علم حقیقی اس علم کو کہتے ہیں جس سے بندہ اپنے رب اور نفس کو پہچان لے اور اس خطرے کا ادراک کر لے جو باری تعالیٰ سے ملاقات کے وقت پیش آنے والا ہے۔جس شخص کو علم حقیقی حاصل ہوتا ہے اس میں کبر نہیں ہوتا بلکہ خشیت اور تواضع ہوتی ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے " انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا " (فاطر: الایة ۲۸) (خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں) علم حقیقی کے علاوہ جو علوم ہیں جیسے طب، حساب، لغت، شعر، نحو، قضاء، مناظرہ وغیرہ، محض ان علوم کا سیکھنے والا بلا شبہ کبر اور نفاق سے لبریز ہوتا ہے۔ان علوم کو تو علوم کہنا بھی صحیح نہیں

يشتغل أولاً بتهذيب نفسه و تزكية قلبه بأنواع المجاهدات ولم يرض نفسه في عبادة ربه فبقي خبيث الجوهر، فاذا ضاض في العلم. أي علم كان . صادف العلم من قلبه منزلاً خبيثاًفلم يطب ثمره ولم يظهر في الخير أثره.وقد ضرب وهب الهذا مثلاً فقال: العلم كالغيث ينزل من السماء حلواً صافياً فتشربه الأ شجار بعروقها فتحوّله على قدرطعومها فيزداد المرّ مرارة ولحلو حلاوة، فكذلك العلم تحفظه الرجال فتحوله على قدر همهاوأهوائها، فيزيد المتكبر كبراً والمتواضع تواضعاً، وهذا لأن من كانت همته الكبر وهو جاهل فاذا حفظ العلم وجد ما يتكبر به فازداد كبراً، واذاكان الرجل خائفاً مع جهله فازداد علماً علم أن الحجة قد تأكدت عليه فيزداد خوفاً واشفاقاً وذلاً وتواضعاً، فالعلم من أعظم ما يتكبر به؟ولذلک قال تعالیٰ لنبيه عليه السلام " واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنين "(الشعراء الاية ۲۱۵) وقال عز وجل"ولو كنت فظا غليظ القلب

ہے۔ بلکہ یہ صفتیں اور فنون ہیں۔ علم صرف وہ ہے جس سے عبودیت اور ربوبیت کی معرفت ہو اور عبادت کا طریقہ معلوم ہو، اس سے اکثر تواضع ہی پیدا ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب بندہ علم شروع کرتا ہے تو اس کا باطن خباثتوں کی آماجگاہ اور نفس رذالتوں کا مسکن ہوتا ہے، اس کے اخلاق خراب ہوتے ہیں، علم کی وادی میں قدم رکھنے سے پہلے اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ مختلف مجاہدات کے ذریعے اپنے نفس کی تہذیب اور قلب وروح کا تزکیہ کرتا، اور اپنے رب کی عبادت کے لئے نفس کی تربیت کرتا۔ اس صورت میں اس کے لئے علم مفید ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ علم کو دل میں اس کے شایانِ شان جگہ میسر نہیں ہے، وہ خباثتوں کے درمیان رہنے پر مجبور ہے، نہ اس کے ثمرات اچھے ہو سکتے ہیں اور نہ اس پر اخیر کے آثار نمایاں ہو سکتے ہیں۔ وہب ابن منبہؒ نے اس کی بہترین مثال دی ہے فرماتے ہیں، کہ علم ایسا ہے جیسے آسمان کا پانی اپنی ذات سے صاف اور شیریں ہوتا ہے، درخت اسے اپنی رگوں میں جزب کر لیتے ہیں، اور جیسا ان کا مزہ ہوتا ہے ویسا ہی اسے بنا دیتے ہیں، درخت کے برگ وبار تلخ ہوتے ہیں تو پانی کا ذائقہ بھی تلخ ہوجاتا ہے، اور شیریں ہوتے ہیں تو پانی کا ذائقہ

لا نفضو من حولک "(العمران الایة ۱۵۹) ووصف أولیاء ه فقال " أذلة علی ألمؤمنین أعزة علی ألکفرین " (المائدة الایة ۵۴) وکذلک قال ﷺ فیما رواه العباس رضی اللہ عنہ " یکون قوم یقرؤون القرأن لا یجاوز حناجرهم یقولون: قد قرأنا القرأن فمن أقرأ مناومن أعلم منا " ثم التفت الی أصحابه و قال " أولئک منکم أیهاالأمة أولئک هم وقود النار " ولذلک قال عمر رضی اللہ عنہ لا تکونوا جبابرة العلماء فلایفي علمکم بجهلکم. ولذلک استأذن تمیم الداري عمر رضی اللہ عنہ في القصص فأبی أن یأذن له و قال انه الذبح، واستأذنه رجل کان امام قوم انه اذا سلم من صلاته ذکرهم فقال: اني أخاف أن تنتفخ حتی تبلغ الثریا. وصلی حذیفة بقوم فلما سلم من صلاته قال: لتلتمسن اماماًغیري أو لتصلن و حدانا فاني رأیت في نفسي انه لیس فی القوم أفضل مني. فاذا کان مثل حذیفة لا یسلم فکیف یسلم الضعفاء من متأ خري هذه الأمة؟ فماأعز علی بسیط الأرض عالمأ

بھی شیریں رہتا ہے، بلکہ اور شیریں ہو جاتا ہے۔ یہی حال علم کا ہے، لوگ اسے جذب کرتے ہیں، گھونٹ گھونٹ کر پیتے ہیں اور اسے ایسا ہی بنا لیتے ہیں جیسا ان کا عزم ہوتا ہے، جیسی ان کی خواہش ہوتی ہے، متکبر اور متکبر ہو جاتا ہے، متواضع اور متواضع ہو جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ جس شخص کی نیت کبر کے لئے تھی اور وہ جاہل تھا، پھر اس نے علم حاصل کیا، اب اسے وہ چیز حاصل ہوگئی جو کبر کا سبب بن سکتی ہے، اس لئے اس کا کبر بڑھ گیا، اسی طرح جس شخص کو زمانۂ جہالت میں خوف تھا، پھر علم حاصل کیا تو یہ خوف، خشیت، ذلت اور تواضع زیادہ ہوئی کیونکہ علم سے خوف کی حجت مؤکد ہوگئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ علم کبر کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا "" واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین "(الشعراء الایة ۲۱۵) (اور ان لوگوں کے ساتھ تو (مشفقانہ) فروتنی سے پیش آیئے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں) " ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک "(العمران الایة ۱۵۹) (اور اگر کہیں آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ کبھی کے آپ کے

يستحق أن يقال له عالم ثم انه لا يحركه عن العلم و خيلاؤه. فان وجد ذلک فهو صديق زمانه، فلا ينبغي أن يفارق بل يكون النظر اليه عبادة فضلاً عن الا ستفادة من أنفاسه وأحواله؟ لوعرفنا ذلک ولو في أقصى الصين لسعينا اليه رجاء أن تشملنابركته وتسري الينا سيرته وسجيته، وهيهات! فأني يسمح أخر الزمان بمثلهم؟ فهم أرباب الاقبال وأصحاب الدول قد انقرضوا في القران الأوّل ومن يليهم، بل يعز في زماننا عالم يختلج في نفسه الأسف والحزن على فوات هذه الخصلة، فذلک أيضاً اما معدوم واما عزيز. ولولا بشارة رسول ﷺ بقوله "سيأتي على الناس زمان من تمسک فيه بعشر ما أنتم عليه نجا" لكان جديداً بنا أن نقتحم والعياذ بالله تعالىٰ ورطة الياس والقنوط مع ما نحن عليه من سوء أعمالنا، ومن لنا أيضاً بالتمسک بعشر ما كانوا عليه، و ليتنا تمسکنابعشرعشره. فنسأل الله تعالىٰ أن يعاملنا بما هو أهله ويستر علينا قبائح

پاس سے منتشر ہو چکے ہوتے) اپنے اولیاء کی تعریف میں ارشاد فرمایا" أذلة على ألمؤمنين أعزة على ألكفرين" (المائدة الاية ۵۴) (مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہوں گے وہ کافروں پر) حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "يكون قوم يقرؤون القرأن لا يجاوز حناجرهم يقولون: قد قرأنا القرأن فمن أقرأ مناومن أعلم منا" ثم التفت الى أصحابه و قال" أولئک منكم أيهاالأمة أولئک هم وقود النار" (ابن المبارک كتاب الزهد الرقائق) (لوگ ایسے ہوں گے کہ قرآن پڑھیں گے اوران کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا، اور وہ یہ کہیں گے کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے ہم سے زیادہ پڑھا ہوا اور عالم کون ہے (پھر آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا) امت کے لوگوں! وہ لوگ تم ہی میں سے ہوں گے اورسب دوزخ کے کندے ہوں گے)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: اے لوگوں! تم جابر عالم مت بنو، کہ تمہارا علم تمہارے جہل کے برابر نہ ہو جائے۔ تمیم داریؓ نے حضرت عمرؓ سے وعظ کہنے اورقصہ بیان کرنے کی اجازت مانگی، آپؓ نے

قبائح أعمالنا كما يقتضيه كرمه و فضله. اُس سے فرمایا (مجھے خوف ہے کہ کہیں تو پھول کر ثریا تک نہ پہنچ جائے) ایک مرتبہ حضرت حذیفہ ؓ نے کچھ لوگوں کی امامت کی، نماز سے فراغت کے بعدان سے فرمایا: میرے علاوہ کوئی دوسرا امام تلاش کرلو، یا تنہا نماز پڑھ لیا کرو اس لئے کہ ابھی نماز کے دوران میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ ان میں مجھ سے افضل کوئی نہیں ہے۔ جب حضرت حذیفہ ؓ جیسا شخص کبر سے سلامت نہیں رہ سکتا تو اس امت کے متأخرین ضعفاء کیسے بچ سکتے ہیں اس سرزمین پر ایسے لوگوں کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے جو عالم ہوں، اوران میں کبر کے جراثیم نہ ہوں، اگر کوئی ایسا شخص مل جائے تو وہ اپنے دور کا صدیق ہے ایسے شخص کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔ اس کے انفاس واحوال سے استفادہ کرنا تو اپنی جگہ اہم ہے ہی، اس کی طرف دیکھنا اور اس کی زیارت کرنا بھی عبادت سے کم نہیں ہے، اگر ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے تو اس کی برکات حاصل کرنے اور اس کی سیرت وخصلت سے روشنی حاصل کرنے کے لئے ہم چین کی انتہائی حدود تک پہنچنے سے بھی گریز نہ کریں۔ مگر افسوس! اب زمانہ ایسی شخصیتیں کہاں جنم دیتا ہے، وہ لوگ بلند اقبال تھے، قرنِ اول اور ثانی گذر چکا ہے۔ ہمارے دور میں تو ایسے علماء بھی نہیں ملتے جو دیندار علماء کے نہ ملنے پر ہی افسوس کرسکیں۔ اگر سرکار دو عالم ﷺ کی زبان صداقت سے ہمیں یہ بشارت نہ ملی ہوتی۔ " سيأتي على الناس زمان من تمسك فيه بعشر ما أنتم عليه نجا " (احمد۔ابوذر ؓ) (لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اگر اس میں کوئی شخص تمہارے (عقیدہ وعمل کا) دسواں حصہ بھی اختیار کرلے تو نجات پائے) تو ہم تباہ ہو چکے ہوتے، ہماری بدعملی کا عالم یہ ہے کہ سوائے مایوسی اور ناامیدی کے کچھ پاس نہیں، اعمال اس قابل نہیں کہ نجات ہو، اگر نجات ہو جائے تو یہ اس کا کرم اور احسان ہے۔ حدیث میں دسواں حصہ اختیار کرنے والوں کے لئے بشارت ہے۔ ہمارے لئے تو یہ بھی ممکن نہیں، کاش ہم دسواں حصہ ہی اختیار کر پاتے۔

(باقی آئندہ)